عہد عثمانی میں صحف صدیقی کی ترویج ______ اسباب و وجوہات کا تحقیقی جائزہ

حافظ محمد عبدالقیوم*

عہدِ عثمانی میں جمع قرآن کے اسباب ومحرکات:

عہد نبوی میں یہ معمول تھا کہ جب کوئی قبیلہ اسلام قبول کرتا یا کوئی وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں آتا اور اسلام قبول کر لیتا تو آپ کا یہ معمول تھا کہ اس کے لیے پہلے قرآن کریم کی تعلیم کا انتظام فرماتے اگر وہ فرد یا وفد آپؐ کے پاس رہ کر دین کی تعلیم حاصل کرنا چاہتا تو اس کے لیے وہیں انتظام فرما دیتے۔ عَلَم الدین ابوالحسن سخاوی علی بن محمد (م۔۶۴۳ھ/۱۲۴۶ء) لکھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا تو سب سے پہلے اس کو قرآن کریم سیکھنے کی تلقین کرتے:

"وکان رسول الله ﷺ اذا أسلم الرجل، أمَره بقراءةِ القرآن قبل كل شيئ."(۱)

اسی طرح حضرت عُبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ (م۔۳۴ھ/۶۵۵ء) فرماتے ہیں کہ جب کوئی نومسلم ہجرت کر کے مدینہ آتا اور نبی کریم ﷺ مشغول ہوتے تو آپؐ ہم میں سے کسی کو اس مہاجر صحابی کو قرآن کریم سکھانے کے لیے روانہ فرماتے:

"كان رسول الله ﷺ يُشغَلُ، فاذا قدم رجلٌ مهاجرٌ علىٰ رسول الله ﷺ دفعه الىٰ رجلٍ منا يُعلمه القرآن، فدفع اليّ رسول الله رجلاً، وكان معي في البيت، فكنت أُقرئه القرآن."(۲)

اگر قبیلہ کے سردار کی طرف سے قبیلہ کے افراد کو قرآن کریم اور دین کی تعلیم کے لیے معلمین کو بُلوانے کا مطالبہ کیا جاتا تو نبی کریم ﷺ صحابہ کرام میں سے کسی کو روانہ فرما دیتے۔ جس طرح بیعت عقبہ ثانیہ کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے حضرت مصعب بن عمیر بن ہاشم بن عبدالدار (م۔۳ھ/۶۲۵ء) اور حضرت ابن اُمّ مکتوم (۳) کو قرآن کریم کی تعلیم کے لیے مدینہ منورہ روانہ فرمایا۔ اسی طرح چار ہجری میں ابو براء عامر بن مالک کے مطالبہ پر قرآن کریم کی تعلیم کے لیے قاریوں کی ایک جماعت کو روانہ فرمایا تھا، جو تاریخ اسلام میں واقعہ بیر معونہ کے نام سے معروف ہے، اور عہد نبوی کے بڑے سانحات میں اس کا شمار ہوتا ہے (۴)۔

نبی کریم ﷺ کی اسی سنت کو جاری رکھتے ہوئے خلفائے راشدین نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ (۳۲ھ/۶۵۳ء) کو کوفہ کی طرف معلمِ قرآن اور فقہ بنا کر بھیجا، اُن کا مصحف تاریخ میں لباب القلوب کے نام سے معروف ہے

---

*اسسٹنٹ پروفیسر، شیخ زاید اسلامک سنٹر، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، پاکستان

(۵)۔حضرت عبداللہ بن قیسؓ (م۔۵۰ھ/۶۷۱ء) جو ابو موسیٰ اشعری کے نام سے معروف ہیں کو معلم قرآن بنا کر بصرہ کے علاقہ کی طرف روانہ کیا(۶)۔علاقہ شام کی فتح کے بعد جب وہاں کے گورنر یزید بن ابو سفیان نے خلیفہ وقت حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف ایک مراسلہ بھیجا کہ اہل شام کو فہم دین اور تعلیم قرآن کے لیے معلمین کی ضرورت ہے، اس کے جواب میں حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت ابو درداءؓ (م۔۳۲ھ/۶۵۳ء)، حضرت معاذ بن جبلؓ (م۔۱۸ھ/۶۴۰ء)، حضرت عبادہ بن صامتؓ (م۔۳۴ھ/۶۵۵ء) کو معلم قرآن و دین بنا کر بھیجا(۷)۔اہل دِمشق کے ہاں حضرت اُبی بن کعب کی قراءت معروف ہوئی اور اہل حمص کے ہاں حضرت المقداد بن الأسود (م۔۳۲ھ/۶۵۳ء) کی قراءت متداول ہوئی (۸)۔یہ کبار صحابہ کرام لوگوں کو دین اور قرآن سکھاتے تھے۔اور یہی اکابر صحابہ کرام نبی کریم ﷺ سے براہ راست قرآن اور قراءت اخذ کیے ہوئے تھے، اسلامی معاشرہ میں مرجع خلائق بنے ہوئے تھے، لوگوں کی دینی و دنیوی ہر قسم کی رہنمائی فرما رہے تھے۔ عہد عثمانی تک یہی صورت حال قائم رہی۔

صحف صدیقی اور حضرت عمر فاروق کی نگاہ دور اندیش:

یہ بات تو واضح ہے کہ عہد صدیقی میں قرآن کریم کو عرضہ اخیرہ کے مطابق حرف زید بن ثابت پر مدوّن کیا گیا تھا، مگر لوگوں کو اس بات کا پابند نہیں بنایا گیا تھا کہ وہ ذاتی مصاحف کو ترک کر کے سرکاری نسخۂ قرآن کی نقل حاصل کریں۔اس طرح کا حکم نامہ عہد صدیقی میں اور نہ ہی عہد فاروقی میں نظر آتا ہے۔اس طرح قرآن کریم مدوّن تو کر لیا گیا مگر ذاتی نسخوں پر پابندی نہیں لگائی تھی۔اگر عہد صدیقی میں ہی ذاتی مصاحف پر پابندی لگا دی جاتی اور ان لوگوں کو صحفِ صدیقی کی اتباع کا پابند بنا دیا جاتا تو شاید صورت حال مختلف ہوتی اور عہد عثمانی میں اس صورت حال کی نوبت بھی نہ آتی۔

حضرت عمر فاروقؓ کی نگاہ دُور اندیش تدوین قرآن بعہد صدیقی سے قبل حفاظت قرآن پر مرتکز تھی اور پھر باقاعدہ دلائل کے ذریعے خلیفۂ وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ کو قائل کر کے اور بنفس نفیس حصہ لے کر قرآن کریم کی تدوین کروائی۔عہد صدیقی و فاروقی میں اگرچہ صحف صدیقی کے علاوہ دیگر متداول مصاحف پر پابندی تو نہیں لگائی گئی تھی مگر معاشرہ میں صحف صدیقی کے متداول نہ ہونے کی وجہ سے تدوین کے بعد بھی آپ قرآن کریم کی حفاظت کے پیش نظر سلسلۂ درس و تدریسِ قرآن کریم اور تعلیم و تعلّم پر مسلسل نظر رکھے ہوئے تھے، تاکہ اس کتاب الٰہی میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کے پیش نظر قرآن کریم کے دو پہلو تھے، اور انہیں دو پہلوؤں میں کمی و بیشی کتاب اللہ میں کمی و بیشی کا باعث بن سکتی تھی۔وہ دو چیزیں حسب ذیل تھیں:

الف۔کتابتِ قرآن

ب۔قراءتِ قرآن

حضرت عمرؓ اِن دونوں پہلوؤں پر نظر رکھے ہوئے تھے۔

درج ذیل روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ حضرت عمرؓ کتابت قرآن پر نظر رکھے ہوئے تھے۔ چناں چہ حضرت عمرؓ جب مقامِ عرفات میں تھے تو ان کے پاس ایک شخص آیا، تو اس نے کہا کہ میں کوفہ سے آیا ہوں، اور میں نے کوفہ میں ایک ایسے شخص کو اس حال میں چھوڑا ہے کہ وہ قرآنی مصحف کی زبانی املاء کرواتا ہے۔ جس پر حضرت عمرؓ غصہ میں آگئے، آپؓ نے دریافت کیا، تیرا برا ہو، وہ کون شخص ہے؟ اس شخص نے بتایا کہ وہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ہیں۔ ان کا نام سنتے ہی حضرت عمرؓ کا غصہ ٹھنڈا ہو گیا۔ اور فرمایا بخدا میں ان کے سوا کسی کو بھی اس بات کا حق دار نہیں سمجھتا:

"عن عِلقمة، قال: جاء رجل الیٰ عمر رضی الله عنه وهو بعرفات، فقال: جئتک من الكوفة، وتركت بها رجلاً يملي المصاحف عن ظهر قلبه، فقال: فغضب عمر، وانتفخ حتى كاد يملأ ما بين شعبتي الرّحل، وقال: ويحك، ما هو؟ قال: عبدالله بن مسعود، قال: فو الله ما زال يطفئ ويذهب عنه الغضب، حتىٰ عاد الیٰ حاله التی كان عليها، ثم قال: والله ما أعلم من الناس أحداً هو أحق بذلک منه."(۹)

اور حسب ذیل روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے حضرت عمرؓ نے قرآن کریم کی حفاظت کے لیے قراءتِ قرآن کو لغت قریش تک ہی محدود رکھنے کے لیے کوشاں تھے۔ مگر اس بات کو حضرت عمرؓ نے کسی سرکاری اعلان کے ذریعے اور نہ ہی جبراً نافذ کیا تھا، بلکہ حضرت عمر فاروقؓ نے احتیاط کے پیش نظر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو لکھا کہ قرآن کریم قریش کی زبان پر نازل ہوا، پس لوگوں کو قرآن کریم لغت ہذیل نہیں بلکہ لغت قریش کے مطابق پڑھائیے:

"عمر بن الخطاب كتب الیٰ ابن مسعود: ان القرآن نزل بلسان قريش، فأقرئ الناس بلغة قريش لا بلغة هذيل."(۱۰)

اس طرح حضرت عمرؓ قرآن کریم کی قراءت و کتابت پر مسلسل نظر رکھے ہوئے تھے۔ ان کی خلافت کے آخری ایام میں اس اختلاف کی خبریں پہنچنا شروع ہو گئی تھیں کہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ سے کہا کہ اے امیر المؤمنین! لوگوں میں قرآن کی نسبت بہت اختلاف پھیل گیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے یہ بات سن کر ارادہ کیا کہ وہ قرآن کو ایک ہی قراءت پر جمع کر دیں مگر اسی اثنا میں اُن پر قاتلانہ حملہ ہو گیا جس سے وہ جاں بر نہ ہو سکے۔ پھر حضرت عثمانؓ کی خلافت کے دور کا آغاز ہوا تو اسی شخص نے حضرت عثمانؓ کی توجہ بھی اس مسئلہ کے طرف مبذول کروائی، جس پر حضرت عثمانؓ نے معاشرہ میں متداول تمام مصاحف کو جمع کرنے کا حکم دیا:

"عن سوار بن شبيب قال: سئلت ابن الزبير عن المصاحف، فقال: قام رجل الیٰ عمر،

فقال : یا امیر المؤمنین ! ان الناس قد اختلفوا فی القرآن فکان عمر قد همّ أن یجمع القرآن علیٰ قراء ۃ واحدۃ ، فطعن طعنته التی مات فیها . فلما کان فی خلافة عثمان قام ذلک الرجل فذکر له، فجمع عثمان المصاحف."(۱۱)

اس طرح عہد فاروقی کے آخری ایام میں ہی اختلافات سامنے آنا شروع ہو گئے تھے، جس کا حضرت عثمانؓ نے سنجیدگی سے جائزہ لیا اور صحابہ کرام کے مشورہ سے اس کا مؤثر حل تجویز کیا۔

جمع قرآن کے اسباب ومحرکات:

یہ ایک حقیقت ہے کہ نبی کریم ﷺ کے رحلت فرما جانے کے بعد عہد صدیقی ، فاروقی اور عثمانی میں اسلامی مملکت کی حدود وسیع سے وسیع تر ہوتی جارہی تھیں ۔عہد خلفائے راشدین میں ہونے والی فتوحات صرف سیاسی اعتبار سے ملک گیری کا مقصد نہیں لیے ہوئے تھیں بلکہ مفتوحہ علاقہ میں ہدایت کا سامان باہم پہنچانے کی غرض سے نبوی منہج پر لوگوں کی تعلیم وتربیت کا انتظام وانصرام کیا جارہا تھا۔قرآن کریم کے درس تدریس کا سلسلہ جاری کیا جاتا تھا اور لوگوں کی دینی رہنمائی کی جاتی تھی۔

سرزمین حجاز سے دور مختلف بلاد وامصار کے مسلمان جب کہیں جمع ہوتے تو قراءت قرآن کے وقت ایک قراءت کی دوسری قراءت پر فوقیت و برتری ثابت کرنے کے لیے ان میں بحث مباحثہ کا ہونا شروع ہو گیا تھا، کہ میری قراءت تیری قراءت سے بہتر ہے:

"ان قراءتی خیر من قراءتک."(۱۲)

یزید بن معاویہ نخعی سے مروی ہے کہ ولید بن عقبہ کے زمانہ میں جب وہ کوفہ کے گورنر تھے تو میں (یعنی یزید بن معاویہ) مسجد میں بیٹھا ہوا تھا تو مسجد میں ایک مجلس قائم تھی، اس مجلس میں حضرت حذیفہ بھی موجود تھے، انہوں نے جب ایک شخص کو "قراءتِ عبداللہ بن مسعود" اور دوسرے کو "قراءتِ ابی موسیٰ اشعری" کے الفاظ کہتے سنا تو ان کو غصہ آ گیا۔انہوں نے کھڑا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کی پھر حاضرین سے مخاطب ہو کر فرمانے لگے کہ تم سے پہلی اقوام اسی طرح اپنی الہامی کتابوں میں اختلاف کا شکار ہوئی تھی۔اگر تمہارا سلسلہ بھی اسی طرح جاری رہا تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ تم بھی ان کی طرح قرآن کریم میں اختلاف کا شکار ہو جاؤ۔ بخدا میں ضرور خلیفہ وقت امیر المؤمنین کی خدمت میں حاضر ہو کر اِس اختلاف سے مطلع کروں گا، جس پر حضرت ابن مسعودؓ ان سے نالاں ہوئے اور حضرت حذیفہؓ کو سخت باتیں کہیں، مگر حضرت حذیفہؓ جواباً خاموشی اختیار کیے رکھی:

"عن ابی الشعثاء قال : کنا جلوساً فی المسجد وعبدالله یقرأ ، فجاء حذیفة ، فقال: قراءۃ ابن أم عبد ، و قراءۃ أبی موسیٰ الأشعری ، والله ان بقیت حتیٰ آتی أمیر المؤمنین ، یعنی

عثمان لأمرته بجعلها قراء ة واحدة ، فقال : فغضب عبد الله ، فقال لحذيفة كلمة شديدة ، قال : فسكت حذيفة .‘‘(۱۳)

دوسری روایت میں ہے کہ حضرت حذیفہؓ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے کہا کہ میں امیر المؤمنین کے پاس جا کر اِن مصاحف کوغرق کرنے کی سفارش کروں گا ’’لقد أمرته بغرق هذه المصاحف ‘‘۔اس بات کے جواب میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو بے پانی غرق کرے، شاذان نے ابن مسعودؓ کے قول کی وضاحت کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ پانی کے بغیر غرق کرنے سے مراد یہ ہے کہ تمہارا ٹھکانہ جہنم ہو،’’أما والله لئن فعلت ليغرقنك الله في غير ماء‘‘۔(۱۴)

اسی طرح ایک موقع پر حضرت حذیفہ بن یمانؓ فرماتے ہیں کہ اہل کوفہ کے نزدیک قراءت عبداللہ بن مسعود اور اہل بصرہ کے ہاں قراءت ابی موسیٰ اشعری کو اہمیت دی جاتی ہے، اور ایک دوسرے کی تکفیر کی جاتی تھی ’’فيكفر بعضهم بعضاً‘‘۔(۱۵)

انسانی معاشرہ کا ایک مسلمہ اصول ہے کہ معاشرہ میں رائج بات سے ہٹ کر جو بات کی جاتی ہے تو اس کی مخالفت کو بعید از امکان قرار نہیں دیا جاسکتا۔ یہی معاملہ حضرت حذیفہ کے ساتھ پیش آیا۔ جب اُن کا قرآن کریم اور اس کی قراءات کے بارے میں احتیاط پر مبنی مؤقف معاشرہ میں عام ہونے لگا تو لامحالہ اس کی مخالفت بھی شروع ہوگئی۔ اس سلسلہ میں حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ اور حضرت حذیفہؓ کے مابین ہونے والا مکالمہ ہے جو کتب احادیث میں محفوظ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے ان سے استفسار کیا کہ مجھے خبر ملی ہے کہ آپ قراءتِ قرآن کے اختلاف کو ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، کیا یہ باتیں درست ہیں؟ جس پر حضرت حذیفہؓ نے نہ صرف اپنے مؤقف کی تصدیق کی بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے اشکالات و اعتراضات کا جارحانہ اور مسکت جواب دیا کہ ہاں میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ فلاں کی قراءت اور فلاں کی قراءت کہا جائے اگر یہی حالات رہے تو اس بات کا قوی امکان ہے کہ مسلمان اہل کتاب کی طرح کتاب اللہ میں ایک دوسرے سے اختلاف کرنے لگیں:

”فقال عبدالله لحذيفة : أما انه قد بلغني أنک صاحب الحديث ، قال : أجل ، كرهت أن يقال : قراء ة فلان و قراء ة فلان ، فيختلفون كما اختلف أهل الكتاب.“ (۱٦)

بُکیر بن عبداللہ بن الأشج (م ۔۱۲۲ھ) جو تابعین میں سے ہیں عراق کی صورت حال سے اس طرح آگاہ کرتے ہیں کہ اہل عراق جب کسی سے کسی آیت کے بارے میں پوچھتے ہیں تو جب وہ آیت تلاوت کی جاتی ہے تو وہ اس کی تکفیر کرتے ہیں، اور ایسا کرنا لوگوں میں عام ہے، اس طرح وہ قرآن میں اختلاف کے مرتکب ٹھہر رہے ہیں:

" أن ناساً كانوا بالعراق يسأل أحدهم عن الآية ، فاذا قرأها ،قال : فاني أكفر بهذا ، ففشا ذلك في الناس واختلفوا في القرآن ."(۱۷)

حضرت حذیفہؓ (م۔۳۶ھ) قراء حضرات کو سنت کے مطابق قراءت کی مسلسل تنبیہ فرما رہے تھے کہ اے گروہ قُرّاء! اللہ سے ڈرو اور سلف کے طریقہ کے مطابق قرآن کی تلاوت کرو:

"اتقوا الله يا معشر القُرّاء! وخذوا طريق من كان قبلكم."(۱۸)

درج بالا واقعات میں ایک بات بطور خاص لائق توجہ ہے کہ مختلف قراءات کے حاملین اکابر صحابہ کرام کے مابین نزاع یا جھگڑا سامنے نہیں بلکہ ان کے شاگردوں کے مابین پیش آ رہے تھے۔ مگر ان واقعات نے حضرت حذیفہ کے قلب میں خدشات کو جنم ضرور دیا، پھر ان خدشات کے لیے آرمینیا اور آذربائیجان میں ہونے والے واقعات نے مہمیز کا کام کیا اور خلیفہ وقت یعنی امیر المؤمنین کے سامنے رکھنے کی تحریک پیدا ہوئی۔

جب اسلامی معاشرہ میں قراءات قرآنیہ میں رخصت واجازت کی وجہ سے توسع پایا جاتا ہو، اسی رخصت واجازت کی وجہ سے صحابہ کرام کے ذاتی مصاحف معاشرہ میں متداول ہوں، کبار صحابہ کرام میں روز افزوں کمی واقع ہو رہی ہو اور عجمی لوگ اسلام میں بکثرت داخل ہو رہے ہوں تو اس توسع کی وجہ سے معاشرہ میں عام لوگوں کے مابین اختلاف قراءات اور اس کے نتیجہ میں لڑائی جھگڑوں اور ایک دوسرے پر کفر کے فتوے کو روکا نہیں جاسکتا تھا، اس لحاظ سے افتراق کے امکان کو رد نہیں کیا جاسکتا تھا اور یہی بات اُس وقت کے اسلامی معاشرہ میں وقوع پذیر ہوئی۔

چناں چہ چوبیس (۲۴ھ/۶۴۵ء) ہجری میں یعنی حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کے پہلے سال ہی خبر آئی کہ آذربائیجان اور آرمینیا جو خلافت فاروقی میں فتح ہو گئے تھے، حضرت عمرؓ کی شہادت کی خبر سن کر باغی ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کا علم ہوا تو فوراً حضرت معاویہؓ (م۔۶۰ھ/۶۸۰ء) کے نام حکم بھیجا کہ اس کا بندوبست کریں، حضرت معاویہؓ نے قریش کے نامور سپہ سالار حبیب بن مسلمہ الفہری (م۔۴۲ھ/۶۶۲ء) کو چار ہزار سوار اور دو ہزار پیادہ فوج دے کر آذربائیجان روانہ کیا، دوسری طرف باغیوں کی کثیر تعداد کے سبب حضرت عثمانؓ نے کوفہ کے گورنر ولید بن عقبہ بن ابی معیط (م۔۵۱ھ/۶۷۱ء) کو بھی حکم دیا کہ وہ بھی فوج لے کر پہنچیں۔ دونوں علاقوں کی افواج کے مل کر قتال کرنے سے آرمینیا اور دیگر علاقے فتح تو ہو گئے، مگر اس معرکہ میں مختلف علاقوں کے لوگوں کے باہمی میل جول اور اتصال سے جو بات بطور خاص سامنے آئی وہ قرآن کریم کی قراءات کے بارے میں اختلاف کے واقعات تھے۔ یہ اُنہی خدشات نے عملی شکل اختیار کی تھی جنہوں نے حضرت حذیفہ کے قلب میں جنم لیا تھا۔ چناں چہ حضرت حذیفہ نے دیکھا کہ اہل شام حضرت اُبی بن کعبؓ کی قراءت کے مطابق پڑھتے تھے

جو اہل عراق کے لیے نامانوس ہوتی تھی اسی طرح اہل عراق جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت کے مطابق پڑھتے تھے مگر ان کی یہ قراءت اہل شام کے لیے نامانوس تھی، اس وجہ سے ایک روایت کے مطابق ایک گروہ دوسرے کی تکفیر کرنے لگا'' فیکفر بعضهم بعضاً ''، دوسری روایت میں ''فیتنازعون فی القرآن'' کے الفاظ ہیں یعنی قرآن کریم کی قراءت کے بارے میں جھگڑ رہے تھے، تیسری روایت میں ''فتذاکروا القرآن ، فاختلفوا فیه حتی کاد یکون بینهم فتنة'' کے الفاظ ہیں کہ دونوں گروہوں کے افراد نے جب آپس میں قرآن کریم کا دَور یا باہمی معارضہ کیا تو ان کے مابین اختلاف سامنے آیا جو اس حد تک بڑھ گیا کہ فتنہ کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا(۱۹)۔اسی لیے روایات میں حضرت حذیفہ کی قلبی کیفیت اس طرح بیان کی گئی ہے ''فافزع حذیفة اختلافهم فی القراءة '' کہ حضرت حذیفہؓ قراءات میں ان اختلافات کو دیکھ کر خوف زدہ ہو گئے کہ یہ قراءات سے بڑھ کر قرآن کریم میں اختلاف تک نہ پہنچ جائے۔انہی جذبات واحساسات کے ساتھ ساتھ خدشات کو دل میں لیے کوفہ سے جب مدینہ منورہ پہنچے تو اپنے گھر جانے کی بجائے پہلے امیر المؤمنین حضرت عثمان غنیؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جب تک درج بالا ساری روئیداد آپ کے گوش گزار نہ کر دی، اُس وقت تک بے چین ومضطرب رہے(۲۰)۔حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت حذیفہؓ کے بیان کردہ واقعات اوران کے خدشات کو سنجیدگی سے سنا۔

حضرت حذیفہؓ کی بات کی تصدیق کے لیے مدینہ منورہ میں سے بعض افراد کو بلوا کر اُن سے قرآن کریم کی قراءات سنیں تو باہمی اختلاف پایا۔اس طرح خلیفہ وقت کے براہ راست علم میں باہمی اختلافات جب سامنے آجائیں تو شک کی ذرہ بھر بھی گنجائش نہیں رہتی۔ چناں چہ حضرت عثمانؓ کے براہ راست علم میں جب یہ اختلاف آیا تو آپؓ نے ان سے فرمایا کہ تم لوگ میری یعنی خلیفہ وقت کی موجودگی میں اختلاف کر رہے ہو، تو جو مجھ سے دُور مختلف بلاد وامصار میں لوگ ہیں وہ تو شدید اختلاف کے مرتکب ٹھہر رہے ہوں گے:

"أنتم عندی تختلفون ، فمن نأی عنی من الأمصار أشد اختلافاً ."(۲۱)

اس طرح حضرت عثمانؓ نے خود براہ راست بھی مسئلہ نزاع سے آگاہی حاصل کر لی تھی۔

بلاد اسلامیہ کی طرف مراسلہ عثمانی:

اس کے بعد امیر المؤمنین نے بلاد وامصار اسلامیہ کی طرف درج ذیل مضمون پر مشتمل مراسلہ روانہ فرمایا کہ مختلف علاقوں کے لوگ میرے پاس اکٹھے ہوئے، جب وہ قرآن پڑھتے تھے تو میں نے ان کے پڑھنے میں شدید اختلاف پایا، ان میں سے بعض نے کہا کہ میں نے حضرت ابو درداءؓ کی قراءت پر پڑھا اور بعض نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت پر پڑھنے کا دعویٰ کیا۔اور بعض نے عبداللہ بن قیس یعنی ابوموسیٰ اشعری کی قراءت پر پڑھنے کا کہا۔پس جب میں نے ان کی قراء

ت قرآن میں اختلاف پایا تو میں نے خیال کیا کہ ہم عہد نبوی سے ابھی اتنے دور بھی نہیں ہیں اور اکابر صحابہ کرام کی کثیر تعداد ہمارے درمیان موجود ہیں اس کے باوجود قرآن کریم کی قراءت کا یہ حال ہے تو آنے والے وقت میں عہد نبوی سے دُوری اور اکابر صحابہ کرام کی عدم موجودگی کی صورت میں یہ اختلاف شدت اختیار کر جائے گا، اور لوگ دین میں اختلاف کرنے لگیں گے، جس طرح حضرت عیسیٰ ابن مریم کے آسمانوں پر تشریف لے جانے کے بعد نصاریٰ نے انجیل میں شدید اختلاف کیا تھا۔ اور میں اس اختلاف کا تدارک اور روک تھام کرنا چاہتا ہوں:

" عن أبي محمد القرشي: أن عثمان كتب الىٰ الأمصار: أما بعد، فان نفراً من أهل الأمصار اجتمعوا عندی فتدارسون القرآن، فاختلفوا اختلافاً شديداً، فقال بعضهم قرأت على أبي درداء، وقال بعضهم على حرفِ عبد الله بن مسود، وقال بعضهم: قرأت على حرف عبد الله بن قيس ، فلما سمعتُ اختلافهم في القرآن، والعهد برسول الله ﷺ حديث، ورأيت أمراً منكراً، فاشفقت على هذه الأمة من اختلافهم في القرآن ، وخشيتُ أن يختلفوا في دينهم بعد ذهابِ من بقى من أصحاب رسول الله ﷺ الذين قرأوا القرآن على عهده وسمعوه من فيه، كما اختلف النصارىٰ في الانجيل بعد ذهاب عيسىٰ ابن مريم، وأحببت أن نتدارک من ذلک." (۲۲)

جیسا کہ اس مکتوب کے آخری الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ وقوع پذیر ہونے والا باہمی اختلافِ قراءات کے تدارک اور اس کے مستقل حل کی طرف واضح اشارہ اور پختہ ارادہ موجود ہے۔

عہدِ عثمانی میں قراءاتِ قرآن میں جو اختلاف سامنے آئے پھر اس کی وجہ سے حضرت عثمانؓ اور دیگر صحابہ کرامؓ کے قلب میں جن خدشات نے جنم لیا وہ کچھ یوں تھے کہ اگر اسی طرح اختلافات بڑھتے رہے اور مستقبل میں کبار صحابہ کرام دنیا سے رخصت ہوتے رہے تو اِن کی عدم موجودگی کی وجہ سے یہ اختلاف شدت اختیار کر جائے گا، جس طرح انجیل کے ایک سے زائد نسخے ہونے کے باعث نصاریٰ میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

جمع قرآن بعہد عثمانی کی تاریخ:

عہد عثمانی میں جمع قرآن کی تاریخ کے بارے میں محتاط بات یہ ہے کہ فتح آرمینیا کے بعد وقوع پذیر ہوا، اور آرمینیا کی فتح کے بارے میں مؤرخین میں اتفاق پایا جاتا ہے کہ یہ چوبیس ہجری کے اواخر اور پچیس ہجری کے اوائل میں ہوئی۔ اس طرح اس کے بعد پچیس ہجری میں قرآن کریم جمع کیا گیا۔ (۲۳)

اکابر صحابہ کرام کا اختیار:

اختلاف قراءت عہد نبوی ہی سے معاشرہ میں لوگوں کی سہولت کی خاطر رائج تھا اور نبی کریم ﷺ نے صحابہ کرام

کے اس سے متعلق اشکال رفع کر کے ان کی طمانیت قلب کا سامان بھی فراہم کر دیا تھا۔ کبار صحابہ کرام تو اختلاف قراءات سے آگاہ تھے۔ اس لحاظ سے پہلی یہ بات جو لائق توجہ ہے کہ اختلاف قراءات کبار صحابہ کرام کے درمیان نہیں بلکہ عام لوگوں کے درمیان تھا، دوسری یہ بات کہ اختلاف قراءات اور اختلاف قرآن ایک نہیں بلکہ دو مختلف چیزیں ہیں، اختلاف قراءات سے اختلاف قرآن پر کوئی حرف نہیں آتا اور نہ ہی آسکتا ہے۔ اگر عہد عثمانی میں اختلاف قراءت کی طرف توجہ نہ دی جاتی تو اس بات کا قوی امکان تھا کہ یہ اختلاف، قرآن کے اختلاف میں بدل جاتا۔

روایات پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ لوگوں کے مابین جو اختلاف قراءت کے تنازعات تھے وہ بے ربط اور بے اصول نہیں تھے، یعنی ایسا نہیں تھا کہ لوگوں کو اپنی قراءت خود ہی بنا لینے کا اختیار ہو، ایسا ہرگز نہیں ہوا، بلکہ ہر اختلاف کے پیچھے اکابر صحابہ میں سے کوئی نہ کوئی قاری ہوتا تھا۔ یہ ایسی بات ہے کہ گویا یہ اختلاف اصول میں نہیں بلکہ فروع یعنی عام افراد کے مابین تھا۔ حضرت حذیفہؓ اور حضرت ابن مسعودؓ کے مابین جو اختلاف تھا وہ لوگوں کے درمیان اختلاف کی وجہ سے تھا کہ حضرت حذیفہؓ مستقبل کے خدشات کی بنا پر اس کو ختم کرنا چاہتے تھے کہ مستقبل میں قرآن کریم کی صورت نہ بدل جائے، مگر ابن مسعودؓ اس کو قائم رکھنا چاہتے تھے وگرنہ حضرت حذیفہؓ نے قراءت ابن مسعودؓ پر ان کی شخصیت کے لحاظ سے اعتراض قطعاً نہیں کیا تھا۔

سبعہ احرف کی روایات پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے عہد نبوی میں ہر فرد کو نہیں بلکہ اکابر صحابہ کرام کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کے ذریعے سبعہ احرف میں دی گئی سہولت ورعایت کا اختیار دیا گیا تھا، پھر آگے صحابہ کرام ہی اس اختیار کو قبائل اور لوگوں کی ضرورت اور لہجات ولغات کے مطابق ڈھالتے تھے۔ اس لیے اختلاف کی صورت میں اور ضرورت کے وقت عام لوگ اپنے اکابر قراء صحابہ کی طرف رجوع کرتے تھے۔

”عن أبي قلابة، قال: لما كان في خلافة عثمان جعل المعلّم يعلّم قراءة الرجل، والمعلّم يعلّم قراءة الرجل، فجعل الغلمان يلتقون فيختلفون، حتى ارتفع الىٰ المعلّمين،“(۲۴)

ہر فرد براہ راست نہیں بلکہ صحابہ کرام ہی کے درس وتدریس کے نتیجہ میں اس سہولت سے مستفید ہوتا تھا۔ سبعہ احرف کے ذریعہ دی گئی سہولت سے براہ راست ہر فرد کے لیے قراءات میں توسع کی اجازت نہیں تھی بلکہ اکابر قراء حضرات ہی کے زیر نگرانی اس سہولت سے فائدہ اٹھا سکتا تھا۔ کیوں کہ درج بالا واقعات میں اختلاف اکابر صحابہ کرام کے مابین نہیں بلکہ ان کے تلامذہ در تلامذہ کے مابین جھگڑے کی صورت میں سامنے آرہا تھا، اور ان میں سے ہر گروہ اپنی قراءت کی نسبت اپنی ذات کی طرف نہیں بلکہ اکابر صحابہ کرام میں سے کسی کی طرف کر رہا تھا۔ جیسا کہ حضرت عثمانؓ ہی کے الفاظ ہیں ”فقال

بعضهم قرأت على أبى درداء، وقال بعضهم على حرفِ عبد الله بن مسعود، وقال بعضهم قرأت على حرف عبد الله بن قيس " کہ بعض نے قراءت ابی درداء، بعض نے حرف عبداللہ بن مسعودؓ اور کچھ نے حرف عبداللہ بن قیسؓ (جو ابوموسیٰ اشعریؓ کے نام سے معروف ہیں) کے مطابق قرآن کریم پڑھنے کا کہا۔ اسی قسم کی بات حضرت حذیفہ سے مروی ہے۔

اختلاف قراءت کی نوعیت:

درج بالا بحث سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ اختلاف قرآن کریم میں نہیں بلکہ اختلاف قراءت عبداللہ بن مسعودؓ، حرف عبداللہ بن قیسؓ، حرف ابی درداءؓ کی وجہ سے تھا مگر اس اختلاف کی نوعیت کیا تھی؟ لوگ قرآن کریم کے اعراب، لغت یا لہجہ میں غلطی کرتے تھے؟ اگر درجہ ذیل روایت اسلامی ورثہ میں محفوظ نہ رہتی تو شاید اس اختلاف کی نوعیت کو سمجھنا مشکل ہوتا:

☆ چناں چہ حضرت حذیفہؓ نے ہی ایک مجلس میں فرمایا کہ جو حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی قراءت پر قرآن کی تلاوت کرتا ہے ایک مقام کندہ کے پاس آجائے اور جو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت پر پڑھتے ہیں وہ عبداللہ بن مسعود کے گھر کے پاس جو زاویہ یا مدرسہ ہے، اُس کے پاس آجائیں۔ حضرت حذیفہؓ نے دیکھا کہ ایک نے قرآن کریم کی آیت ﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (۲۵) کی قراءت (وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ الَى الْبَيْتِ) کے لفظ کے ساتھ کی، جب کہ دوسرے نے ﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ کے ساتھ کی، اس اختلاف اور فرق کو دیکھ کر حضرت حذیفہؓ کی آنکھیں غصہ سے سرخ ہو گئیں۔ (۲۶)

اس بات کا قوی امکان ہے کہ لفظ "للہ" کی بجائے لفظ "الیٰ البیت" کے ساتھ قرآن کریم کی قراءت کی اجازت تو بہر حال سبعہ احرف کے تحت اس معاشرہ میں موجود تھی کہ لوگ مترادفات کے ساتھ قرآن کریم کی قراءت کر سکتے تھے۔

☆ درج ذیل روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے ایک مرتبہ ایک شخص نے حضرت عمرؓ کی موجودگی میں سورۃ یوسف کی آیت کے الفاظ ﴿حتیٰ حین﴾ کو "عتا حین" پڑھا تو حضرت عمرؓ نے ان سے پوچھا کہ تم کو اس طرح کس نے پڑھایا ہے؟ جس پر انہوں نے حضرت ابن مسعودؓ کا نام لیا۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ نے حضرت ابن مسعودؓ کو خط لکھا کہ بے شک اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم لغت قریش پر نازل کیا ہے، اور اس کو عربی مبین میں نازل کیا ہے، پس لوگوں کو لغتِ ھُذیل کے مطابق نہیں بلکہ لغتِ قریش کے مطابق پڑھائیے، والسلام (آپ پر سلامتی ہو):

"عن عبدالرحمن بن عبدالله يعنى ابن كعب بن عجرة عن أبيه، عن جده قال: كنت عند عمر بن الخطابؓ، فقرأ رجل من سورة يوسف (عتاً حين). فقال عمرؓ: من أقرأك هكذا؟ قال: ابن

مسعود. فكتب عمرؓ الىٰ ان مسعود : أما بعد ، فان الله أنزل هذا القرآن بلسان قريش ، وجعله بلسانٍ عربيٍّ مبين، فأقرئ الناس بلغة قريش ولا تقرئهم بلغة هذيل ، والسلام ."(۲۷)

اس روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ 'سبعہ احرف' کی رعایت میں اپنے لہجات ولغات کے مطابق قراءت قرآن میں تغیر وتبدل کی اجازت کا بھی دخل تھا۔

☆ اس سلسلہ میں تیسری روایت یہ ہے کہ حُمیدہ بنت ابو یونس روایت کرتی ہیں کہ حضرت عثمانؓ کے مصحف جمع کرنے سے قبل حضرت عائشہؓ کے مصحف میں آیت کا اضافہ تھا: ﴿ان الله وملئكته يصلون على النبى ، يآئها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً﴾ (الاحزاب:۵۶) کے ساتھ الفاظ "وعلى الذين يصلون صفوف الأول" کا اضافہ تھا:

"فى مصحف عائشة : ان الله وملئكته يصلون على النبى ، يآئها الذين امنوا صلوا عليه وسلموا تسليماً، وعلى الذين يصلون صفوف الأول " (۲۸) ، قالت : قبل أن يغير عثمان المصاحف."(۲۹)

مگر اب یہی توسع اور سہولت وجہ نزاع بنتی جا رہی تھی کہ قراءت میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کی جا رہی تھی۔

کسی بھی انسانی معاشرہ کا مسلمہ اصول ہے کہ جب سہولت ورخصت ہی لوگوں میں باہمی نزاع کا سبب بن رہی ہو تو اس سہولت کو موقوف کر دیا جاتا ہے۔

یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ رخصت ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ عبوری دور کے لیے ہوتی ہے، اور اس نے زندگی کے کسی مرحلہ پر ختم ہونا ہی ہوتا ہے اور یہ بات پہلے کی جا چکی ہے کہ سبعہ احرف پر قرآن کریم کے نزول کا مسئلہ اپنے اندر حقیقی نہیں بلکہ مجازی معنی رکھتا ہے کیوں کہ قرآن کریم تو لغت قریش ہی پر نازل ہوا۔ اس لحاظ سے قراءت قرآن میں توسع مستقل نہیں بلکہ عبوری دور کے لیے تھا۔ چناں چہ جب معروضی طور پر ناسازگار حالات پیدا ہوئے تو قرآن کی قرآنیت جو اکابر صحابہ کے شرف صحابیت کا جزو لاینفک بن چکی تھی، اب شرفِ صحابیت کی بجائے سرکاری مصحفِ قرآن ہی کو مستقل حیثیت دینے اور اسی کی طرف عند الضرورت رجوع کرنے پر صحابہ کرام کا اجماع ہو گیا، اور توسع اور سہولت کو موقوف کر دیا گیا۔ جب کہ جمع قرآن بعہد عثمانی سے پہلے ضرورت کے وقت متعلقہ صحابی جس سے اس نے قراءت پڑھی ہوتی تھی، کی طرف رجوع کیا جاتا تھا۔

مختصر یہ کہ درج بالا روایات سے اختلاف کی نوعیت سامنے آتی ہے کہ یہ اختلاف سبعہ احرف میں توسع اور قراءت

قرآن میں دی گئی سہولت کی وجہ سے سامنے آیا تھا۔

صحابہ کرام سے مشاورت:

جب حضرت عثمانؓ نے اختلاف قراءات کی وجہ صحابہ کرام کے سامنے رکھی تو صحابہ کرام نے حضرت عثمان ہی سے اس کا حل اوراس کے تدارک کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے اپنی تجویز کچھ اس طرح رکھی کہ میری رائے میں لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کر دیا جائے، جس کے بعد تفرقہ اور اختلاف نہیں رہے گا، جس پر صحابہ کرامؓ نے ان کی تجویز سے نہ صرف اتفاق کیا بلکہ تعریف کی۔ حضرت علیؓ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

قال عثمان : " أن أجمع الناس علیٰ مصحف واحد، فلا تکون فُرْقَة و لا اختلاف، قلنا (علیؓ) : فنعم ما رأیت. "(۳۰)

اسی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں:

" فانی أریٰ أن نجمع الناس علیٰ مصحف واحد، لا یختلفون بعدی ،فانکم ان اختلفتم الیوم کان الناس بعدکم أشد اختلافاً. " (۳۱)

گویا کہ اس سے قبل اکابر صحابہ کرام کے ذاتی مصاحف معاشرہ میں متداول اور رائج تھے۔ حضرت عثمان کی یہ تجویز تھی کہ معاشرہ میں ذاتی مصاحف کی بجائے ایک مصحف جو سرکاری طور پر جمع ہو، اُس کو رائج کر دیا جائے۔ چناں چہ صحابہ کرام نے ان کی تجویز سے اتفاق کیا اور مشورہ سے مندرجہ ذیل امور طے کیے گئے:

الف۔ صحف صدیقی سے مصحف قرآن جمع کیا جائے گا۔

ب۔ ایک سے زائد مصاحف کی نقول تیار کی جائیں گی۔

ج۔ ان مصاحف کی نقول کو دیگر علاقوں میں بھیجا جائے گا۔

د۔ لوگوں کو ان مصاحف کا پابند کیا جائے گا۔

ھ۔ معاشرہ میں متداول دیگر غیر سرکاری مصاحفِ قرآنیہ کو جلانے یا مٹانے پر اتفاق ہوا۔

جمع مصحف کے لیے کمیٹی کی تشکیل:

مصحف قرآنی کی تیاری کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی، یہ کمیٹی بارہ افراد پر مشتمل تھی۔ حضرت انس بن مالکؓ کی روایت کے مطابق حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ تو نمایاں تھے۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن حارثؓ بن ہشام بھی تھے۔ (۳۲)

محمد بن سیرین سے مروی ہے کہ قریش وانصار میں سے بارہ افراد پر مشتمل کمیٹی بنائی، جن میں سے حضرت اُبی بن کعبؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور کثیر بن افلح وہ افراد تھے جو کاتب تھے۔(۳۳)

مصعب بن سعد سے مروی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے کمیٹی کے افراد سے استفسار کیا کہ تحریر کس کی اچھی ہے؟ تو کمیٹی کے افراد نے کہا کہ حضرت زید بن ثابتؓ اچھے کاتب رسول ہیں۔ پھر حضرت عثمانؓ نے پوچھا کہ زبان کے اعتبار سے فصیح ترین کون ہے؟ تو سعید بن العاصؓ کا نام لیا گیا۔ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ سعید بن العاصؓ املاء کروائیں اور زید بن ثابتؓ مصحف تحریر کریں۔(۳۴)

حافظ ابن حجر عسقلانی (م۔۸۵۲ھ) لکھتے ہیں کہ جمع قرآن کمیٹی جب تشکیل دی گئی تو ابتدا حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت سعید بن العاصؓ کو مذکورہ بالا کام سپرد کیا گیا۔ پھر کتابت مصاحف میں نصرت واعانت کے لیے دیگر افراد کو شامل کر دیا گیا۔ انہیں میں سے حضرت اُبی بن کعبؓ کا نام بھی ہے جو لکھوانے کے لیے مختص کیے گئے۔ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ابن ابی داوٗد کی روایت کے مطابق کتابت اور اس کام میں اعانت کے لیے دیگر افراد میں مالک بن ابی عامر (جو مالک بن انس کے اجداد میں سے تھے)، کثیر بن افلح، اُبی بن کعب، انس بن مالک، عبداللہ بن عباس شامل ہیں۔ اس طرح بارہ میں سے نو افراد کے نام تاریخ میں محفوظ رہ سکے ہیں۔(۳۵)

ایک روایت کے مطابق کمیٹی کے افراد میں سے ایک اور نام ابان بن سعید بن العاص کا بھی ملتا ہے، مگر علامہ خطیب بغدادی (م۔۴۶۳ھ) لکھتے ہیں کہ وہ تو عہدِ خلافتِ فاروقی میں شام کے علاقہ میں شہید ہو گئے تھے۔ وہ لکھتے ہیں عمارہ بن غزیہ کو اس سلسلہ میں وہم ہو گیا ہے:

" وذكر عمارة بن غزية في روايته أنه أبان بن سعيد وذلك وهم، لأن أبان قتل بالشام في وقعة أجنادين سنة ثلاث عشرة أيام عمر بن الخطاب ولا مدخل له في هذه القصة."(۳۶)

اسی طرح حضرت عثمانؓ بھی کمیٹی کے سربراہ یا خلیفہ کی حیثیت سے بنفس نفیس شریک رہے، اس لحاظ سے ان کا نام بھی ان افراد میں شامل کیا جا سکتا ہے۔ حضرت عثمان کا اس لیے بھی شامل کیا جا سکتا ہے کہ مختلف بلاد وامصار سے آنے صحابہ کرام سے سب سے پہلے خود قرآن کریم سنتے تھے اور ان سے اس بات کی تصدیق کرتے تھے کہ یہ انہوں نے براہ راست نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے سنا ہے:

" فكان الرجل يجيئ بالورقة والأديم فيه القرآن حتىٰ جمع من ذلك كثرة، ثم دخل عثمان فدعاهم رجلاً رجلاً فناشدهم لسمعت رسول الله ﷺ وهو أملاً عليك ؟فيقول نعم، فلما فرغ من ذلك عثمان قال: من أكتب الناس ؟ قالوا : كاتب رسول الله ﷺ زيد بن ثابت ،

قال : فأيّ الناس أعرب ؟ قالوا : سعيد بن العاص ، قال عثمان : فليملل سعيد وليكتب زيد ، فكتب زيد."(۳۷)

خلاصہ بحث یہ ہے کہ اس کمیٹی میں بنیادی کردار تو حضرت زید بن ثابتؓ، اُبی بن کعبؓ، سعید بن العاصؓ کا تھا، باقی افراد اس کام میں معاونت کے فرائض انجام دے رہے تھے۔

جمع قرآن کا طریقہ کار

صحف صدیقی اور کتابت مصاحف میں ان کی اہمیت:

عہد عثمانی میں قرآن کریم سرکاری طور پر پہلی مرتبہ جمع کرنے کا فیصلہ نہیں کیا گیا تھا، بلکہ عہد صدیقی میں یہ کام ہو چکا تھا۔ اس لیے حضرت عثمان نے سب سے پہلے صحف صدیقی کو منگوانے کا حکم دیا، جس کی تعمیل میں حضرت حفصہؓ (م۔ ۴۵ھ/۶۶۵ء) کے پاس سے وہ صحف صدیقی منگوائے گئے جو حضرت ابوبکرؓ کی وفات کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اور ان کی شہادت کے بعد حضرت حفصہؓ کے پاس رکھے ہوئے تھے:

" فأرسل عثمان الىٰ حفصة أن أرسلي الينا بالصحف ننسخها فى المصاحف ثم نردها اليک ، فارسلت بها حفصة الىٰ عثمان. " (۳۸)

بعض روایات میں آتا ہے کہ صحف صدیقی حضرت حفصہ کے گھر سے ملے تھے، اور بعض میں حضرت عمر کا گھر ہے:

"عن هشام عن محمد قال : وأرسل اليّ الرقعة التى كانت فى بيت عمر فيها القرآن."(۳۹)

مصحفِ عائشہؓ صدیقہ اور اس کی اہمیت:

اسی طرح روایات میں مصحفِ عائشہؓ کا تذکرہ بھی ملتا ہے کہ حضرت عائشہؓ (م۔۵۸ھ/۶۷۸ء) کے پاس سے منگوایا گیا کہ عہدِ عثمانی میں جب قرآن کو صحف سے مصحف کی شکل میں مرتب کر کے اس کے دیگر نسخے تیار کیے جا رہے تھے تو اس وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کا مصحف بھی منگوایا گیا:

"عن ابی محمد القرشي : أن عثمان بن عفانؓ كتب الى الأمصار : ......فأرسلتُ الىٰ عائشة أم المؤمنينؓ أن ترسل اليّ بالأدم الذى فيه القرآن الذى كتب عن فَمِ رسول الله ﷺ حين أوحاه الله الىٰ جبريل، وأوحاهُ جبريل الىٰ محمد، وأنزله عليه. "(۴۰)

جمع قرآن کے دیگر مراحل:

حضرت عثمانؓ نے جو طریقہ کار اختیار کیا وہ حسب ذیل ہے:

الف۔ سب سے پہلے منادی عام کروائی گئی۔

ب۔ مختلف بلاد وامصار میں خطوط ارسال کیے گئے کہ جس کسی کے پاس قرآن کریم کا ذاتی نسخہ موجود ہو، وہ دربار

خلافت میں اس کے ساتھ حاضر ہو۔

ج۔ حضرت عثمان کی طرف سے جمع قرآن کے وقت عرضہ اخیرہ کے اصول کو پیش نظر رکھنے کی باقاعدہ ہدایات دی گئی تھیں۔ چناں چہ اعلان عام کے بعد ذاتی مصاحف کے ساتھ آنے والے صحابہ کرام سے عرضہ اخیرہ کے اصول پر جرح کی جاتی تھی، کہ یہ حصہِ قرآن نبی کریم کے عرضہ اخیرہ کے مطابق ہے:

"اذا اختلفوا في الشيئ أخروه حتى ينظروا آخرهم عهداً بالعرضة الأخيرة." (۴۱)

د۔ صحابہ کرام سے اس بات کی شہادت لی جاتی تھی کہ یہ آیات یا حصہِ قرآن نبی کریم ﷺ نے املاء کروایا ہے، اور نبی کریم ﷺ سے براہ راست سنا ہے۔

ھ۔ مصاحف کی تیاری میں لغت قریش کا لحاظ رکھا گیا۔

اس طریقہ کار میں درج ذیل حکمتیں پیش نظر ہو سکتی ہیں:

الف۔ عوامی آگاہی، یعنی عام لوگوں کے علم میں یہ بات لائی جائے کہ قرآن کریم سرکاری طور پر جمع کیا جا رہا ہے۔

ب۔ حضرت عثمانؓ نے جو سرکاری مراسلہ مختلف بلاد و امصار کو روانہ کیا تھا اس کا ایک مقصد یہ بھی تھا کہ مختلف علاقوں میں رائج اور متداول ذاتی مصاحفِ قرآن کو جمع کر کے مدینہ منورہ روانہ کیا جائے، تا کہ جمع قرآن کمیٹی کے پیش نظر رہیں۔

ج۔ ان ذاتی مصاحف کو سرکاری تحویل میں لے کر ان کا وجود جلا کر یا دھو کر ختم کیا جا سکے، تا کہ سرکاری مصحف آنے کے بعد یہ ذاتی مصاحف وجہ نزاع نہ بن سکیں۔

د۔ ذاتی مصاحف اکابر صحابہ کی ملکیت ہوں یا یا عوام الناس کی، ہر دو کے لیے مصاحف جمع کرانے کا حکم تھا۔ جیسا کہ حضرت ابن مسعودؓ کی بات سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ انہوں نے نہ صرف اپنا مصحف چھپا لیا: "سمعت ابن مسعود يقول : انّي غالٌّ مصحفي،" (۴۲) بلکہ اپنے تلامذہ کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ اپنے ذاتی مصاحف حکام کے مطالبہ اور اصرار کے باوجود ان کے حوالے نہ کریں: " أيها الناس غُلّوا المصاحف". (۴۳)

اس طرح یہ بات سامنے آتی ہے کہ صحابی ہو یا عام شخص، یہ حکم معاشرہ کے تمام افراد کے لیے یکساں تھا۔

ھ۔ صحابہ کرام یا عوام الناس کے ذاتی مصاحف جو لیے جا رہے تھے، ان کو بنیاد بنایا جا رہا تھا اور نہ ہی مصدر اول قرار دیا گیا تھا بلکہ صحفِ صدیقی ہی مصدرِ اوّل تھے اور اسی مقصد کے لیے حضرت عثمان غنیؓ نے حضرت حفصہ سے صحف صدیقی منگوائے تھے۔

و۔سب سے اہم پہلو جو پیش نظر ہوسکتا ہے وہ تھا کہ صحف صدیقی کی اہمیت باور کروانا مقصود تھا۔

بادی النظر میں اگرچہ بعض روایات سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ شاید عہد عثمانی میں جمع قرآن کے وقت صحفِ صدیقی کی کوئی خاص اہمیت و مقام نہیں رکھتے تھے بلکہ قرآن کریم براہ راست لوگوں سے معلوم کر کے جمع کیا گیا۔ روایات پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی کہ حضرت عثمان اور کمیٹی کے پیش نظر باقاعدہ ایک طریقہ کار تھا۔ اس منظم طریقہ کار میں صحف صدیقی کو بنیادی اہمیت حاصل تھی، جس کی دلیل صحیح بخاری کی روایت کے الفاظ ہیں:

" فأرسل عثمان الیٰ حفصة أن أرسلی الینا بالصحف ننسخها فی المصاحف ثم نردها الیک. فأرسلت بها حفصة الیٰ عثمان ، فأمر زید بن ثابت وعبدالله بن الزبیر وسعید بن العاص وعبدالرحمن بن حارث، فنسخوها فی المصاحف." (۴۴)

چناں چہ "فنسخوها فی المصاحف " کے الفاظ اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ نص قرآنی کو صحف صدیقی ہی سے نقل کیا گیا تھا۔

لغت قریش کی اہمیت:

حضرت عثمانؓ کی طرف سے کمیٹی کو لغتِ قریش کے لحاظ رکھنے کی ہدایات تھیں۔ اس کی وضاحت کچھ اس طرح کی جاسکتی ہے کہ سبعہ احرف جو اجازت اور رخصت کا نام ہے، عہدِ خلافتِ عثمانیہ میں جب قرآن کریم جمع کرنے کے لیے کمیٹی بنائی گئی تو کمیٹی نے سبعہ احرف کی سہولت کے تحت متداول مترادف الفاظ میں سے کسی ایک لفظ کا انتخاب کر کے قرآن مرتب نہیں کیا تھا، مثلاً "هَلُمَّ" کی جگہ موجودہ قرآنی لفظ "تعال" کو انہوں نے اپنی مرضی ورائے سے شامل نہیں کیا تھا، ایسا ہرگز نہیں ہوا بلکہ نص قرآن یا متن قرآن تو الگ طور پر موجود تھا جو عہدِ خلافتِ صدیقی میں مدوّن ہو چکا تھا۔ لہٰذا عہد عثمانی میں سبعہ احرف کے تحت دی گئی اجازت ورخصت کی وجہ سے اکابر صحابہ کرام کے درمیان نہیں بلکہ عوام اور تلامذہ در تلامذہ کے مابین اختلاف ونزاع کا ہونا باعث تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

کمیٹی کے منظم طریقہ کار میں جہاں صحفِ صدیقی کو بنیادی حیثیت حاصل تھی وہاں لغتِ قریش کو بھی مرکزی اہمیت حاصل تھی۔ اس سلسلہ میں اہم بات یہ ہے کہ رسم قرآنی اور نص قرآنی میں فرق پیش نظر رہنا چاہیے۔ چناں چہ لغت قریش کے اہتمام کا اثر نص قرآنی پر نہیں بلکہ رسم قرآنی میں ہی ظاہر ہوسکتا تھا۔

قرآن کریم سے متعلق یہ بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ عہد عثمانی میں قرآن کریم کا متن پہلی مرتبہ تیار نہیں ہوا، اس لحاظ سے متنِ قرآن کی عہد نبوی میں عرضہ اخیرہ میں تعیین ہو چکی تھی، مگر وحی کا سلسلہ عرضہ اخیرہ کے بعد بھی جاری رہا۔ اختتام وحی کا تعلق چوں کہ رحلت نبوی سے منسلک تھا اور نبی کریم ﷺ نے اپنی زندگی میں اختتام وحی کا اعلان کبھی نہیں فرمایا، اس لیے

نص قرآنی کی توثیق اور اس کی حتمی تعیین رحلت نبوی سے ہی منسلک تھی، مگر عہد صدیقی میں اکابر صحابہ کرام کے اتفاق سے سرکاری طور پر اس کی توثیق کا اعلانِ عام کیا گیا۔

اسی طرح عہد نبوی وصدیقی میں اکابر صحابہ کرام کو حفظ وتحریر کی صورت میں منسوخ شدہ حصہِ وحی تو معلوم تھا، مگر سرکاری طور پر منظور شدہ ایسا مصحف جو منسوخ شدہ حصہ سے الگ ہو، عہد صدیقی میں ہی مدوّن ہوا۔

حضرت عثمانؓ نے جمع مصحف کے لیے یہ طریقہ کار اختیار کیا کہ رسم قرآنی لغت قریش کے مطابق ہو سکے۔ کتابت قرآن کے لیے حضرت زیدؓ کو نص قرآنی کے لیے صحفِ صدیقی کو اور رسم قرآنی کے لیے لغتِ قریش کے لحاظ سے تین قریشی افراد جو کمیٹی کے رکن بھی تھے ان کو اختیار دیا گیا، ان میں عبداللہ بن زبیرؓ، عبدالرحمٰنؓ اور سعید بن العاصؓ شامل تھے کہ حضرت زیدؓ سے اختلاف کی صورت میں ان ارکان کی رائے حتمی ہوگی۔ اس کے لیے جیسا کہ امام بخاری روایت نقل کرتے ہیں:

" فقال عثمان للرهط القرشيين الثلاثة : اذا اختلفتم أنتم زيد بن ثابت في شيئ من القرآن فاكتبوه بلسان قريش ، فانما نزل بلسانهم ، ففعلوا. " (۴۵)

اس سلسلہ میں کمیٹی کے افراد کے مابین رسم سے متعلق معدودے چند باتوں میں اختلاف ملتا ہے۔ ان میں ایک مقام ﴿وَ قَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ﴾ (۴۶) میں لفظ "التابوت" کے رسم میں ہوا کہ آخری تاء کو تائے مدورہ یا مبسوطہ لکھا جائے؟ حضرت زیدؓ حرف "ت" کو مدورہ یعنی "التابوة" جب کہ دیگر قریشی حضرات "التابوت" یعنی تائے مبسوطہ کے ساتھ لکھنا چاہتے تھے، جب یہ معاملہ حضرت عثمان کے پاس پہنچا تو انہوں نے اس کو مبسوط لکھنے کا کہا:

"قال ابن شهاب : فاختلفوا يومئذٍ في التابوت والتابوة ، فقال القرشيون التابوت وقال زيد التابوة، فرفع اختلافهم الىٰ عثمان فقال : اكتبوا التابوت فانه نزل بلسان قريش."

اس طرح عہد صدیقی میں نص قرآنی کی توثیق اور عہد عثمانی میں لغت قریش کے لحاظ سے رسم قرآنی کی تعیین عمل میں آئی۔ جس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ عہد صدیقی میں آیت ﴿وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ لِلّٰهِ﴾ (۴۷) کی توثیق تو کردی گئی۔ مگر سبعہ احرف کے تحت دی گئی رعایت کی مختلف صورتوں میں سے ایک صورت یہ تھی کہ لفظ "لله" کی جگہ لفظ "الیٰ البیت" کی قراءت کا اختیار غیر سرکاری طور پر قائم رکھا (۴۸)، مگر رسم کا لغت قریش کے لحاظ سے تعین عہد عثمانی میں کیا گیا، چناں چہ عہد عثمانی میں لفظ التابوت کی جگہ کوئی اور لفظ رکھنے کی بات نہیں ہوئی یعنی نص قرآنی پر اعتراض نہیں کیا گیا، بلکہ لفظ "التابوت" کی آخری تاء کے رسم یعنی اس کے مدورہ ہونے یا لمبی پر بحث ہوئی۔ اس طرح اس بحث سے نص قرآنی پر کوئی حرف نہیں آتا۔ رسم کے لیے لغت قریش کو معیار ٹھہرایا گیا۔

اس لحاظ سے عہد صدیقی میں جمع قرآن سے متعلق جو روایات ہیں ان میں منسوخ شدہ حصہ سے متعلق اور عہد عثمانی میں جمع قرآن کے بارے میں جو روایات ہیں ان میں رسم سے متعلق مباحث پائی جاتی ہیں۔

عہد صدیقی میں حضرت زیدؓ نے جو قرآن مدون کیا وہ بہر حال کسی نہ کسی رسم میں مرسوم کیا گیا، ظاہر بات ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں لکھے گئے رسم ہی کا عکس تھا، کیوں کہ عہد نبوی وصدیقی میں یہی کاتب تھے، حضرت زیدؓ نے ان ادوار میں بھی یقیناً شعوری طور پر عہد نبوی کے رسم کی پیروی کو پیش نظر رکھا ہوگا۔ اسی طرح عہد عثمانی میں بھی اسی کو حتی الوسع قائم رکھا گیا ہوگا، لیکن عہد عثمانی میں جمع قرآن کے وقت لغت قریش کے لحاظ رکھنے کا اصول ملتا ہے، جس کا اس سے قبل عہد صدیقی میں ذکر نہیں ملتا ہے۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ عہد صدیقی میں قرآن کریم محفوظ تو لغتِ قریش کے مطابق کیا گیا مگر عہد عثمانی میں اس کا با قاعدہ اہتمام کیا گیا تھا۔

اس وجہ سے کہا جا سکتا ہے عہد صدیقی میں عرضہ اخیرہ کو معیار بناتے ہوئے نص قرآنی کو، جب کہ عہد عثمانی میں مؤخر الذکر اصولوں کے ساتھ ساتھ رسم قرآنی اور قراءت قرآنیہ پیش نظر تھیں۔ اگر چہ لغت قریش کے اصول کی وجہ سے قرآن کے تمام رسم پر نہیں بلکہ چند ایک الفاظ قرآنیہ پر اس کا اثر پڑا۔ اس لیے روایات میں تمام رسم قرآنی میں نہیں بلکہ ایک سے دو الفاظ کے رسم میں تبدیلی کا ذکر ملتا ہے، جیسا کہ لفظ ''التابوت'' اور ''لم یتسنه'' وغیرہ کا ذکر روایات میں آیا ہے۔

چناں چہ حضرت زیدؓ لفظ التابوت کو مدورہ ''ۃ'' کے ساتھ لکھنا چاہتے تھے جس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ انہوں نے اس سے قبل صحف صدیقی میں اسی طرح تحریر کیا ہوگا، مگر حضرت عثمانؓ اس کو تائے مبسوطہ ''ت'' کے ساتھ لکھنے پر مُصر تھے۔

شاید اسی وجہ سے علماء کی اکثریت رسم قرآنی کے توقیفی نہیں بلکہ اس کے التزامی ہونے کی قائل ہے۔ مصحفِ عثمانی میں انہی چند ایک مقامات میں تبدیلی کی وجہ سے رسم کو جمہور علماء نے التزامی قرار دیا گیا ہے۔ رسم کو التزامی قرار دینے کی صورت میں انسانی رائے کو دخل دینے اور وقت وحالات کے بدلنے سے رسم میں تبدیلی کے رجحان کی تائید لازم نہیں آتی بلکہ اسی التزامیت کی شرط میں ہی توقیفیت وتقدس اور ادب واحترام کا پہلو بھی شامل ہے۔

مگر امام بخاری نے جمع قرآن بعہد عثمانی سے متعلق جو روایت کتاب فضائل القرآن میں نقل کی ہے اس میں روایت کا یہ حصہ **"قال ابن شهاب : فاختلفوا يومئذٍ في التابوت والتابوة ، فقال القرشيّون التابوت وقال زيد التابوة، فرفع اختلافهم الىٰ عثمان فقال : اكتبوا التابوت فانه نزل بلسان قريش"** نقل نہیں کیا ہے، جب کہ امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی (م۔۳۰۳ھ) نے نقل کیا ہے۔ اس طرح گویا کہ امام بخاری کا اس بارے میں یہ رجحان دکھائی دیتا ہے کہ ان کے نزدیک یہ روایت سند کے لحاظ سے لائق اعتناء ہے اور نہ ہی اس قسم کی بات سے متفق نظر آتے ہیں۔ اسی لحاظ سے حافظ ابن حجر کا تحقیقی رجحان بھی یہی ٹھہرتا ہے۔

عام طور پر دیکھا گیا ہے کہ حافظ ابن حجر (م۔۸۵۲ھ/۱۴۴۹ء) فتح الباری شرح جامع صحیح بخاری میں امام بخاری (م۔۲۵۶ھ/۸۷۰ء) کے میلانات اور رجحانات اور ان کے مزاج سے قریب تر رہنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اسی لحاظ سے

حافظ ابن حجر روایت کے اس حصہ پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ زائد الفاظ امام ترمذی (م۔۲۷۰ھ/۸۹۲ء) نے عبد الرحمٰن بن مھدی عن ابراھیم بن سعد کی سند سے نقل کیے ہیں۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں کہ ان زائد الفاظ کا ابراہیم بن اسماعیل بن مجمع نے اپنی روایت میں ادراج کیا ہے کہ دو مختلف روایات کو ملا دیا ہے یعنی اس روایت کو حضرت زید بن ثابتؓ کی روایت سے ملا دیا ہے:

"وزاد الترمذی من طریق عبد الرحمن بن مهدی عن ابراهیم بن سعد فی حدیث الباب ، وهذه الزیادة أدرجها ابراهیم بن اسماعیل بن مجمع فی روایته عن ابن شهاب فی حدیث زیدبن ثابت . قال الخطیب وانما رواها ابن شهاب مرسلة."(۴۹)

علامہ خطیب بغدادی (م۔۴۶۳ھ/۱۰۷۱ء) کے اپنے الفاظ درج ذیل ہیں جس میں وہ فرماتے ہیں کہ یہ مرفوع نہیں مرسل ہے، بلکہ سند کے بغیر روایت کی گئی ہے:

"وکان یرسل الروایة لقصة اختلافهم فی التابوت والتابوة ، ولا یسندها عن أحد ."(۵۰)

قراءت قرآنیہ:

عہد عثانی میں لغتِ قریش کا جہاں لحاظ رکھتے ہوئے رسم میں تبدیلی عمل میں آئی وہاں رسم کے ساتھ ساتھ قراءت کا بھی لحاظ پیش نظر رکھا گیا۔چناں چہ اسلامی معاشرہ میں رائج قراءات کو جاننے کے لیے صحابہ کرام کو دور دراز علاقوں سے بلانے کا اہتمام کیا گیا:

"عن انس بن مالک القشیری ، قال : کانوا یختلفون فی الآیة فیقولون أقرء ها رسول الله ﷺ فلانَ بن فلان ، فعسیٰ أن یکون علیٰ رأس ثلاث لیال من المدینة فیُرسَل الیه ، فیُجاء به فیقال له : کیف اقرآک رسول الله ﷺ فیقول کذا وکذا فیکتب کما یقول."(۵۱)

درج بالا روایت کے یہ معنی قطعاً نہیں ہیں کہ قرآن کریم کی کوئی آیت مفقود ہو گئی تھی اور پھر اس کو ڈھونڈنے کے لیے دور دراز کے علاقوں سے لوگ بلائے جا رہے تھے۔ بلکہ یہاں تو قراءات کا مسئلہ تھا اور روایت کے الفاظ "کیف اقرآک رسول الله ﷺ فیقول کذا وکذا" اسی بات پر دلالت کر رہے ہیں۔چناں چہ مسنون قراءت اور لغتِ قریش کے مطابق مصحف ترتیب دے دیا گیا۔

اس طرح اس عمل کے ذریعے مسنون قراءات کو باقی رکھنے کا اہتمام کیا گیا، دیگر غیر مسنون قراءات کو موقوف قرار دے دیا گیا۔

انس بن مالک سے ابن وہب نقل کرتے ہیں کہ عہد عثانی میں قرآن کریم کی مسنون قراءت پر تالیف کی گئی:

" قال ابن وهب، سمعت مالکاً یقول : انما اُلّف القرآن علیٰ ما کانوا یسمعون من قراءة رسول الله ﷺ . "(۵۲)

مختصر یہ کہ رسم قرآنیہ کی املاء کے بعد اہم مسئلہ قراءات قرآنیہ کا تھا۔ رسم قرآنیہ کے متعین ہونے سے یہ بات تو طے ہوگئی کہ آئندہ ﴿حَتّٰی حِیْنٍ﴾ (۵۳) کی جگہ (عَتّٰی حِیْن) نہیں پڑھا جائے گا۔ مگر 'تِعْلَمُونَ'، 'تِعْلَم'، اور ﴿تَسْوَدُّ وُجُوْہٌ﴾ (۵۴) کی بجائے 'تِسْوَدُّ وُجُوہ' اور ﴿اَلَم اِعْهَدْ اِلَيكُم﴾ (۵۵) میں علامتِ مضارع کو کسرہ سے ادا کرنے کو موقوف کرنے کا تعلق رسم سے زیادہ قراءت سے تھا۔

اس طرح غیر مسنون قراءات کو موقوف اور مسنون قراءات کو قائم اور محفوظ کیا گیا۔

جمع عثمانی اور نص قرآنی کا تعین؟

عہد عثمانی میں جمع قرآن سے قبل اکابر صحابہ کرام سبعہ احرف کے تحت دیے گئے اختیار کو استعمال کرتے ہوئے اپنے ذاتی مصاحف کی حد تک میں نص قرآنی کے مترادف الفاظ، ادائے کلمات میں تبدیلی اور لہجات ولغات میں تغیر وتبدل کر لیا کرتے تھے، جب کہ یہ بات مصحف عثمانی کی تیاری کے بعد نص قرآنی میں زیادتی کے مترادف ٹھہرنے لگی۔

نصِ قرآنی کا تعین تو عہد صدیقی میں ہو چکا تھا (۵۶) اور منسوخ شدہ حصہ الگ کر دیا گیا تھا، اس لیے عہد عثمانی میں یہ عمل دہرایا نہیں گیا۔ جیسا کہ اس روایت سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ کمیٹی کے رکن حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر چالیس کا حکم منسوخ ہونے کی وجہ سے اس کو تیار ہونے والے مصحفِ عثمانی میں نہ لکھنے کے متعلق اپنی خواہش کا اظہار کیا کہ اس آیت کو مصحف عثمانی میں شامل نہ کیا جائے تو حضرت عثمانؓ نے سختی سے منع کر دیا کہ میں اس متنِ قرآن میں کوئی تبدیلی نہیں کر سکتا:

"عن ابن أبی مُلیکة ، قال : قال ابن الزبیر: قلتُ لعثمان هذه الآیة التی فی البقرة : ﴿وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (سورة البقرة : ۲۴۰) الٰی قوله : ﴿غیر اخراج﴾ قد نسختها الآیة الأخریٰ فلم تکتبها ، قال: تدعها یا ابن أخی ! لا أُغَیِّر شیأً منه من مکانه."(۵۷)

''ابن ابی ملیکہ سے مروی ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ نے فرمایا کہ میں نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ یہ آیت ﴿وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا.......... غیر اخراج﴾ تک منسوخ ہے تو آپ نے اسے قرآن میں کیوں درج کر لیا ہے؟ حضرت عثمانؓ نے فرمایا کہ اے میرے بھائی کے بیٹے! میں کسی آیت کو اس کی جگہ سے بدل نہیں سکتا ہوں۔''

سورۃ احزاب کی آیت کے مفقود ہونے کا مسئلہ:

جب نص قرآنی کا تعین عہد صدیقی میں ہو چکا تھا تو عہد عثمانی میں جمع قرآن کے وقت نص قرآنی کے تعین کی بحث یقیناً نہیں آسکتی تھی، اور سورۃ احزاب کی آیت کے مفقود ہونے کا تعلق چوں کہ نصِ قرآنی سے ہے، اس لیے اس واقعہ کے ظہور پذیر ہونے کا امکان عہد صدیقی میں تو ہو سکتا ہے مگر عہد عثمانی میں نہیں۔

جمع وتدوین قرآن سے متعلقہ بعض روایات میں سورۃ احزاب کی آیت جبکہ دیگر روایات میں سورۃ توبہ کی آیت

مفقود ہونے کا ذکر ملتا ہے۔حافظ ابن حجرؒ کی یہ رائے ہے کہ سورۃ احزاب عہدِ عثمانی میں مفقود ہوئی تھی جبکہ سورۃ توبہ کی آخری دو آیات عہدِ صدیقی میں تحریری صورت میں نہیں مل رہی تھیں۔مگر حافظ ابن کثیر (م۔۷۷۴ھ/۱۳۷۳ء) کی یہ رائے ہے کہ سورۃ احزاب کی آیت کا تعلق بھی عہدِ صدیقی سے ہے۔وہ لکھتے ہیں:

”وأما ما رواه الزهري عن خارجة عن أبيه في شأن آية الأحزاب والحاقهم اياها في سورتها، فذكره لهذا بعد جمع عثمان،فيه نظر،وانما هذا كان حال جمع الصديق الصحف، كما جاء مصرحاً به في غير هذه الرواية عن الزهري عن عبيد بن السباق عن زيد بن ثابت ، والدليل على ذلك أنه قال : فالحقناها في سورتها من المصحف وليست هذه الآية ملحقة في الحاشية في المصاحف العثمانية.“(۵۸)

حافظ ابن حجرؒ معروف محدث ومفسر حافظ ابن کثیرؒ کا رد کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ابن کثیر اس سلسلہ میں جس روایت پر اعتماد کر رہے ہیں وہ ابن مجمع سے مروی ہے اور وہ مدرج ہے،یعنی اس ایک روایت میں مختلف روایات جمع ہو گئی ہیں، جن میں جمع قرآن بعہدِ عثمانی اور تدوینِ قرآن بعہدِ صدیقی سے متعلق روایات شامل ہیں،اس لحاظ سے ان کے نزدیک حافظ ابن کثیر کی دلیل لائق اعتناء نہیں ٹھہرتی۔حافظ ابن حجر لکھتے ہیں:

”ووقع في رواية ابراهيم بن اسماعيل بن مجمع عن ابن شهاب أن فقده اياها انما كان في خلافة أبي بكر،وهو وهم منه،والصحيح ما في الصحيح وأن الذي فقده في خلافة أبي بكر الآيتان من آخر براءة وأما التي في الأحزاب ففقدها لما كتب المصحف في خلافة عثمان،وجزم ابن كثير بما وقع في رواية ابن مجمع، وليس كذلك.“(۵۹)

مگر حافظ ابن حجر کے مقابلہ میں حافظ ابن کثیر کا مؤقف دلائل کے لحاظ سے زیادہ مضبوط ہے کہ سورۃ احزاب کی آیت کے مفقود ہونے کے قصہ کا تعلق جمع قرآن بعہدِ عثمانی سے نہیں بلکہ جمع قرآن بعہدِ صدیقی سے ہے،کیوں کہ نصِ قرآنی کے تحریری تعین کے مسئلہ کا تعلق عہدِ عثمانی سے نہیں بلکہ عہدِ صدیقی سے تھا۔درج بالا روایت میں حضرت عثمانؓ کے الفاظ ”لا أغيّر شيئاً منه من مكانه“ خود اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ نصِ قرآنی کا تعین جمعِ قرآن بعہدِ عثمانی کے وقت زیرِ بحث ہی نہیں تھا۔اسی طرح عقلی اعتبار سے بھی حافظ ابن کثیرؒ کے مؤقف کی تائید ہوتی ہے۔

جمع صدیقی وعثمانی میں فرق:

حافظ ابن حجر علامہ ابن التین اور چند دیگر لوگوں کا قول نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عثمانؓ کے قرآن جمع کرنے میں فرق یہ ہے کہ حضرت ابوبکرؓ کا جمع کروانا اس خوف سے تھا کہ مبادا حاملان قرآن کی موت کے ساتھ قرآن کا بھی کوئی حصہ جاتا رہے،کیوں کہ اس وقت تمام قرآن ایک جگہ اکٹھا نہیں تھا۔چناں چہ حضرت ابوبکرؓ نے قرآن کو صحف میں جمع کر دیا اور حضرت عثمانؓ کے قرآن جمع کرنے کی شکل یہ ہوئی کہ جس وقت وجوہِ قراءات میں بکثرت اختلاف پھیل گیا اور یہاں

تک نوبت پہنچ گئی کہ لوگوں نے قراءات قرآن کو اپنی اپنی زبان میں پڑھنا شروع کر دیا اور چوں کہ اہل عرب کی لغات و لہجات میں اختلاف تھا، اس لیے اس کا یہ نتیجہ نکلا کہ ایک لہجہ والے دوسرے کی قراءت پر اعتراض کرنے لگے۔ اس خدشہ کے پیش نظر حضرت عثمان نے قرآن کے صحف صدیقی کو ایک ہی مصحف میں سورتوں کی موجودہ ترتیب کے ساتھ جمع کر دیا اور اہل عرب کی زبان اور ان متفرق لہجات کو چھوڑ کر قبیلہ قریش کی زبان پر اکتفا کیا۔ اس بات کے لیے حضرت عثمانؓ دلیل یہ لائے کہ قرآن کا نزول دراصل قریش ہی کی زبان پر ہوا ہے۔ اگر چہ ابتداء میں دقت اور مشقت دور کرنے کے لیے اس کی قراءت دیگر لہجات میں کرنے کی اجازت دی گئی تھی، لیکن اب حضرت عثمانؓ کی رائے میں وہ ضرورت ختم ہو چکی تھی۔ ابن حجر لکھتے ہیں:

" الفرق بين جمع أبي بكر وبين جمع عثمان أن جمع أبي بكر كا ن لخشية أن يذهب من القرآن شيئ بذهاب حملته ، لأنه لم يكن مجموعاً في موضع واحد ، فجمعه في صحائف مرتباً لآيات سوره علىٰ ما وقفهم عليه النبي ﷺ ، وجمع عثمان كان لما كثر الاختلاف في وجوه القرآن حين قرئوه بلغاتهم علىٰ اتساع اللغات ،فأدى ذلك ببعضهم الىٰ تخطئة بعض، فخشي من تفاقم الأمر في ذلك ، فنسخ تلك الصحف في مصحف واحد مرتباً لسوره ، واقتصر من سائر اللغات علىٰ لغة قريش محتجاً بأنه نزل بلغتهم وان كان قد وسع في قراءته بلغة غيرهم رفعاً للحرج والمشقة في ابتداء الأمر، فرأى أن الحاجة الىٰ ذلك انتهت فاقتصر علىٰ لغة واحدة، وكان لغة قريش أرجح اللغات فاقتصر عليها." (۶۰)

مصحف عثمانی کی حیثیت:

اگر چہ عہد عثمانی سے قبل عہد صدیقی میں سرکاری طور پر صحف مدون تو کیے گئے تھے مگر ان کو معاشرہ میں رائج نہیں کیا گیا تھا۔ صحابہ کرام کے مصاحف ہی معاشرہ میں رائج تھے۔ عہد عثمانی میں جو مصحف مرتب ہوا تو اس مصحف کو صحف صدیقی کی طرح تاریخ میں ''مصحف امام'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے یعنی اب بلاد اسلامیہ میں مصحف عثمانی ہی امت مسلمہ کے لیے معیار بن گیا کہ جس کی طرف ضرورت کے وقت رجوع کیا جا سکے۔

مصحف عثمانی سے قبل قراءات کا انتساب صحابی کی طرف یا علاقہ کی طرف ہوتا تھا اور علاقہ کی طرف نسبت میں بھی صحابی ہی پیش نظر ہوتا تھا، مثلاً قراءت عبداللہ بن مسعودؓ یا قراءت اہل کوفہ وغیرہ، مگر مصحف عثمانی کے بعد نسبت ''مصحف عثمانی'' کی طرف کی جانے لگی۔

انتشار مصاحف عثمانیہ:

عہد صدیقی کے برعکس اس مرتبہ مصحف تعداد میں ایک نہیں بلکہ کئی مصاحف تیار کیے گئے، جن کی روایات میں چار سے آٹھ تک تعداد بیان کی جاتی ہے۔ ان مصاحف کو مختلف بلاد وامصارِ اسلامیہ کی طرف روانہ کیا گیا جہاں ان کی حیثیت ''مصحف امام'' کی ہوتی تھی۔ ان بلاد وامصار میں مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، شام، بصرہ، کوفہ، یمن اور بحرین کے علاقے شامل

ہیں، اور ایک مصحف حضرت عثمان نے اپنی ذات کے لیے مختص کر لیا تھا۔ ابن ابی داود لکھتے ہیں: "حدثنا عبد الله قال: سمعت أبا حاتم السجستاني قال: لما كتب عثمان المصاحف حين جمع القرآن، كتب سبعة مصاحف، فبعث واحداً الىٰ مكة، وآخر الىٰ الشام، وآخر الىٰ اليمن، وآخر الىٰ البحرين، وآخر الىٰ البصرة، وآخر الىٰ الكوفة، وحبس بالمدينة وحداً." (٦١)

چوں کہ اس روایت میں سند نہیں ہے اس لیے اس میں انقطاع پایا جاتا ہے۔

حافظ ابن حجر کی یہ رائے ہے کہ پانچ مصاحف تھے، ان میں سے ایک مصحف حضرت عثمانؓ نے اپنے لیے مختص کر لیا تھا، اس طرح باقی چار مصاحف مختلف علاقوں کی طرف روانہ کیے گئے:

"المشهور أنها خمسة." (٦٢)

حضرت عثمانؓ نے مختلف بلاد و امصار کی طرف صرف مصاحف ہی نہیں بھیجے بلکہ متعلقہ مصحف کے ساتھ قاری قرآن بھی روانہ کیا۔ یہ بات لازم ٹھہرتی ہے کہ حضرت عثمانؓ نے متعلقہ قراء حضرات کو مصحف سے متعلق با قاعدہ ہدایات و تربیت کے ساتھ روانہ کیا تھا۔

عبداللہ بن سائب (م۔۷۰ھ/۶۹۰ء) کو مکہ، مغیرہ بن شہاب (م۔۹۱ھ) کو شام، ابو عبدالرحمٰن السُلَمِی (م۔۷۳ھ/۶۹۳ء) کو کوفہ اور عامر بن عبدقیس (م۔۵۵ھ/۶۷۵ء) کو بصرہ کی طرف سرکاری مصحف کے ساتھ روانہ کیا۔ (٦٣)

اس سلسلہ میں ایک بات پیش نظر رہنی چاہیے کہ مصاحف کے بھیجنے کا عمل ایک مرتبہ نہیں بلکہ پچیس سے بتیس ہجری تک یہ مصاحف تیار ہو کر جاتے رہے، کیوں کہ کوفہ میں جو مصحف بھیجا گیا تھا وہ پچیس ہجری میں نہیں بلکہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات (م۔۳۲ھ/۶۵۲ء) کے بعد بھیجا گیا تھا۔

اس طرح اب قاری کی حیثیت ثانوی اور مصحف کو مرکزی حیثیت حاصل ہوگئی۔ گویا اس بات کا اعلان تھا کہ آئندہ اب کسی کے ذاتی مصحف کو نہیں بلکہ سرکاری طور پر جمع شدہ مصحف ہی کو اسلامی معاشرہ میں بنیادی حیثیت حاصل ہوگی۔ اور وہی قراءتِ قاری درست ہوگی جو اِس "مصحف امام" کے مطابق ہوگی۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے مؤقف کا جائزہ:

جیسا کہ پہلے بحث کی جا چکی ہے حضرت عمر فاروقؓ قرآن کریم کی حفاظت کے پیش نظر قرآن کریم کی تعلیمات اور فروغ پر نظر رکھے ہوئے تھے اور اس کے لیے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو لکھا کہ قرآن کریم قریش کی زبان پر نازل ہوا، پس لوگوں کو قرآن کریم لغت ہذیل نہیں بلکہ لغت قریش کے مطابق پڑھائیے:

"عمر بن الخطاب كتب الىٰ ابن مسعود: ان القرآن نزل بلسان قريش، فأقرئ الناس بلغة قريش لا بلغة هذيل." (٦٤)

مسئلہ کی نوعیت:

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا طریقہ قراءت یہ تھا کہ وہ قرآن کریم کو مترادفات کے ساتھ پڑھتے تھے۔ ان کے مطابق سبعہ احرف کے تحت دی گئی اجازت ہمیشہ کے لیے ہے۔ اس لحاظ سے وہ اس روایت سے استدلال کرتے تھے کہ قرآن ایک نہیں بلکہ سات دروازوں سے نازل ہوا ہے:

"ان القرآن أنزل علیٰ نبیکم من سبعة أبواب علیٰ سبعة أحرف.......أو حروف ......، وان الكتاب قبلكم كان ينزل ....أو نزل ....من باب واحد علیٰ حرف واحد معناهما واحد."(٦٥)

اس کی مثال کچھ اس طرح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کا قول ہے کہ " هَـلُـمَّ واقبـل وتعال" کے مترادفات کے ساتھ قراءت کی جاسکتی ہے(٦٦)۔

درج بالا روایت اختلاف سبعہ احرف کی نوعیت کو سمجھنے میں معاونت کرتی ہے کہ اس اختلاف کا تعلق معانی سے نہیں کہ اس کا اثر احکام پر پڑے، بلکہ الفاظ سے تھا کہ ایک معنی کے لیے مترادف الفاظ استعمال کیے جاسکتے تھے، جن کا معنی پر اثر نہیں پڑتا تھا، جیسا کہ مثال میں "ھلم" کے مترادف "اقبل" اور "تعال" وغیرہ استعمال کیے جاسکتے ہیں۔ ابن جریر طبری لکھتے ہیں:

"فقد أوضح نص هذا الخبر أنّ اختلاف الأحرف السبعة، انما هو اختلاف ألفاظ، كقولك: هلم وتعال، باتفاق المعاني، لا باختلاف معانٍ موجبةٍ اختلافَ أحكامٍ."(٦٧)

چناں چہ جب حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرامؓ کے تمام ذاتی مصاحف ضبط کر کے اور پھر انہیں صحابہ کرام کے اتفاق سے ایک سرکاری مصحف جمع کرنے کا ارادہ کیا تو اس سلسلہ میں مختلف بلاد وامصار کو مراسلہ روانہ کیا ان میں سے ایک مراسلہ کوفہ بھی پہنچا، تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے اس کی سخت مخالفت کی، کیوں کہ وہ اس بات کے حق میں نہیں تھے کہ ذات باری تعالیٰ اور اس کے رسول نبی کریم ﷺ کی طرف سے سبعہ احرف کے ذریعے دی گئی سہولت ورخصت کو ختم کیا جائے۔ اس لیے انہوں نے نہ صرف اپنا مصحف چھپالیا:

"سمعت ابن مسعود يقول : انی غالٌّ مصحفی."(٦٨)

بلکہ اپنے تلامذہ کو بھی حکم دے رکھا تھا کہ اپنے ذاتی مصاحف حکام کے مطالبہ اور اصرار کے باوجود ان کے حوالے نہ کریں:

"أيها الناس غُلّوا المصاحف."(٦٩)

اور حضرت ابن مسعودؓ نے مصحف کے چھپانے کے عمل کی دلیل قرآن کریم سے دی: ﴿ وَ مَنْ يَّغْلُلْ يَأْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ﴾ (٧٠) ترجمہ: "اور جو چھپائے گا وہ قیامت والے دن اس کے ساتھ آئے جو اس نے چھپایا ہوگا۔" کیوں کہ قرآن کریم میں لفظ "غَـلّ" مثبت نہیں بلکہ منفی یعنی "خیانت" کے معنی میں آیا ہے اس لیے اس آیت سے استدلال

کرنے کے بعد حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس بات کی وضاحت کرنا پڑی، وہ فرماتے ہیں کہ مصحف کو چھپانا کتنا اچھا کام ہے، کہ قیامت والے دن تم میں سے ہر ایک اپنے مصحف کے ساتھ بارگاہ الٰہی میں پیش ہوگا جس کی وجہ سے وہ سرخرو ہوگا: " ونعم الغل المصحف يأتي به أحدكم يوم القيامة " (۷۱)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود نے یہ مؤقف کیوں اختیار کیا؟ اس کی وضاحت وہ خود ہی کرتے ہیں کہ کیا میں اس قراءت قرآن کو چھوڑ دوں جس کو میں نے نبی کریم ﷺ کے براہ راست منہ مبارک سے لیا ہے؟ "افأنا أدع ما أخذتُ مِن فِيِّ رسول الله ﷺ ؟" (۷۲) یعنی میں نے وہ قراءت براہ راست نبی کریم ﷺ سے سنی ہے اب یہ کیسے ممکن ہے میں اس کو ترک کردوں، نبی کریم ﷺ سے میری محبت کا تقاضا ہے کہ اس مطالبہ کو قبول نہ کیا جائے۔ چناں چہ ایسا نہیں تھا کہ ان کے پاس قرآن کریم کا کوئی اور نسخہ تھا۔ قرآن کی قرآنیت میں نہیں بلکہ قراءت اور اس کی اجازت وموقوفیت میں اختلاف تھا، جو ایک اجتہادی مسئلہ تھا۔

یہ مسئلہ مصحفِ عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ نہیں تھا بلکہ دیگر صحابہ کرام کے ساتھ بھی تھا مگر انہوں نے حضرت عثمانؓ کے سپرد کر دیا تھا۔ عہد خلافت راشدہ کے معاشرہ میں جب دینی روایات بھی مضبوط ہوں اور لوگ بھی قرآن کریم اور اس کی قراءت وتلاوت سے وابستہ ہوں اور پھر مختلف علاقوں کے لوگ اپنے قاری کی قراءت جاری کیے ہوئے ہوں اور اس سے بھی مانوس ہو چکے ہوں تو ان حالات میں اکابر صحابہ کرام کے ذاتی مصاحف کو ختم کر کے سرکاری مصحف اور اس کے ساتھ غیر معروف قاری کو روانہ کرنا اور پھر اس بات پر لوگوں کو دلی طور پر قائل کرنا ناممکن نہ سہی مشکل امر تو ضرور تھا۔ اس سلسلہ میں حضرت عثمانؓ کی انتظامی صلاحیتوں کی داد دینی چاہیے کہ انہوں نے حکمت ودانائی سے اس مسئلہ کو سلجھایا۔

کوفہ میں اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ (م۔۳۲ھ) کی طرف سے مصاحف عثمانیہ کی مخالفت تھی مگر حضرت عثمانؓ نے ان کو تاحیات کبھی بھی مورد الزام نہیں ٹھہرایا، بلکہ ان کے احترام میں معاملہ کو آنے والے حالات کے سپرد کر دیا۔ مگر جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے انتقال فرمایا تو فوراً ہی عبداللہ بن حبیب جو ابوعبدالرحمٰن السُّلمی (م۔۷۴ھ/۶۹۴ء) کے نام سے معروف ہیں کو کوفہ بھیج کر وہاں کے حالات کو اپنے مطابق بنانے اور حکمت کے ساتھ مصحف عثمانی کو نافذ کرنے کا کام سپرد کیا۔ اہم بات یہ ہے کہ انہوں نے حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عثمانؓ کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے قراءت سیکھی تھی۔ (۷۳)

ابوعبدالرحمٰن السلمی سے پہلے کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت کا غلبہ تھا:

"وأما أهل الكوفة فكان الغالب على المتقدمين من أهلها قراءة عبد الله بن مسعود، لأنه هو الذى به اليهم عمر بن الخطاب ليعلمهم، فأخذت عنه قرائته قبل أن يجمع عثمان الناس علىٰ حرف واحد. " (۷۴)

اہل کوفہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت کے علاوہ کوئی اور قراءت نہیں جانتے تھے:

" فلم تزل قراءة عبد الله بالكوفة لا يعرف الناس غيرها. " (۷۵)

اس طرح ابوعبدالرحمٰن السلمی وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے کوفہ میں عبداللہ بن مسعودؓ کی قراءت کی بجائے مصحفِ عثمانی کے مطابق چالیس برس تک قراءت پڑھائی اور اُس کی تعلیم عام کی:

"وأول من قرأ بالكوفة التي جمع عثمان الناس عليها أبو عبد الرحمن السلمي واسمه عبدالله بن حبيب، فجلس في المسجد الأعظم ونصب نفسه لتعليم الناس القرآن. ولم يزل يقرئ بها أربعين سنة ."(۷٦)

ابوعبدالرحمٰن السُّلَمی (م۔۷۴ھ/۶۹۴ء) کے بعد اُن کے شاگرد ابوبکر عاصم بن ابوالنجود (م۔۱۲۷ھ/۷۴۵ء) نے کوفہ میں تعلیمِ قرآن کی مسند سنبھالی اور پھر ان کے بعد سبعہ قراء حضرات میں ایک معروف قاری حمزہ بن حبیب الزیات (م۔۱۵٦ھ/۷۷۳ء) آئے، انہوں نے اپنے آپ کو قراءت قرآنیہ کے لیے وقف کر دیا: "وكان حمزة تجرد للقراءة ونصب نفسه لها" (۷۷) حمزہ بن حبیب ابوبکر عاصم سے اور امام اعمش جن کا نام سلیمان بن مہران (م۔۱۴۸ھ/۷٦٦ء) ہے ان سے قراءت پڑھی۔ امام اعمش سے انہوں نے قراءتِ عبداللہ بن مسعود پڑھی۔ امام اعمش ہی پر حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کی قراءت ختم ہوتی ہے:

" وكان [حمزة] ينحو نحو أصحاب عبدالله [بن مسعود]، لأن قراءة عبدالله انتهت بالكوفة الىٰ الأعمش." (۷۸)

امام اعمش (م۔۱۴۸ھ/۷٦٦ء) اپنے عہد میں کوفہ کی صورت حال سے آگاہ کرتے ہیں کہ کوفہ میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی قراءت کی طرح ایک یا دو افراد کے علاوہ قراءتِ زید بن ثابت یعنی مصحفِ عثمانی کے مطابق قراءت پھیل گئی ہے:

"أدركت أهل الكوفة وما قراءة زيد فيهم الاّ كقراءة عبدالله فيكم اليوم ما يقرأ بها الاّ الرجل والرجلان ."(۷۹)

حمزہ بن حبیب سے متعلق ابن مجاہد لکھتے ہیں کہ اہل کوفہ پر آج یعنی ابن مجاہد (م۔۳۲۴ھ/۹۳٦ء) کے عہد تک قراءتِ حمزہ کا غلبہ ہے: " وصار الغالب علىٰ أهل الكوفة الىٰ اليوم قراءة حمزة بن حبيب الزيات ."(۸۰)

یہی حمزہ بن حبیب حضرت ابن مسعودؓ کے کوفہ میں متداول ذاتی مصحف کا مصحفِ عثمانی سے موازنہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ان دونوں مصاحف میں خط یعنی رسم کا یہ فرق تھا:

" وكان حمزة يعتبر قراءة عبد الله فيما لم يوافق خط مصحف عثمان بن عفان."(۸۱)

حمزہ بن حبیب نے اگرچہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور ابوعبدالرحمٰن السلمی دونوں کی قراءات کو جانتے تھے، مگر انہوں نے قراءتِ عبداللہ بن مسعودؓ کی بجائے ابوعبدالرحمٰن السلمی کی قراءت کو آگے بڑھایا جو مصحف عثمانی سے مطابق تھی۔ حضرت عثمانؓ کی طرف سے کوفہ کی طرف بھیجے گئے قاری ابوعبدالرحمٰن السلمی بھی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے شاگرد تھے مگر انہوں نے مصحفِ عثمانی کے بعد اُن کی قراءت کو عام نہیں کیا۔

درج بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سبعہ احرف کے تحت دی گئی رخصت کو موقوف نہیں کرنا چاہتے تھے۔ مگر صحابہ کرام کا اس بات پر اتفاق ہو گیا تھا کہ اس رخصت کو موقوف کر دیا جائے۔ مگر اس سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو اس مسئلہ میں کوئی تعزیری سزا نہیں دی گئی بلکہ کمال فہم و فراست سے حضرت عثمانؓ نے معاملہ کو سلجھایا۔ اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی وفات کے بعد اہل کوفہ کی قراءت بھی مصحف عثمانی کے مطابق ہو گئی۔

کیا حضرت عثمانؓ جامع قرآن نہیں ہیں؟

یہ ایک حقیقت ہے کہ عہد صدیقی میں قرآن کریم تدوین کے مرحلہ سے گزر چکا تھا، اس طرح عہدِ صدیقی کے یہ مدوّن شدہ صحفِ قرآنیہ ہی ''امام'' قرار پانے کے مستحق تھے (۸۲)۔ اسی لیے کتب روایات میں اسی نسخہ کو ''امام'' کہا گیا ہے، عہد عثمانی میں سرکاری طور پر اسی سے دیگر نسخے تیار کیے گئے اور مختلف بلاد و امصار میں بھیج کر لوگوں کو اس کا پابند کیا گیا۔ اس کے ساتھ ساتھ ذاتی نسخوں کو خلیفہ وقت حضرت عثمانؓ نے ضبط کرنے کا حکم صادر فرما دیا۔ اس لحاظ سے مجازاً مصحفِ عثمانی کو ''مصحف امام'' تو کہا جا سکتا ہے مگر حقیقی معنیٰ میں صحف صدیقی ہی ''امام'' کہلانے کے مستحق ہیں۔ اس طرح حضرت عثمانؓ کا لقب ''جامع القرآن'' کا یہ مطلب نہیں کہ انہوں نے قرآن جمع کیا بلکہ یہ ہے کہ لوگوں کو ایک قراءۃ پر جمع کرنے والے ہیں یعنی ''جامع الناس علیٰ قراءۃ واحدۃ''۔ اس طرح سبعہ احرف کے ایک پہلو یعنی مترادفات کے ساتھ قرآن کی قراءت کو موقوف کر دیا گیا۔ مترادفات کے ساتھ قرآن کی قراءت کی اجازت ایک عبوری دور کے لیے تھی اور جب یہی رعایت و سہولت معاشرہ میں افتراق و انتشار کی وجہ بننے لگی تو اس کو موقوف کر دیا گیا:

" ومن الدليل علىٰ ذلک أن تلک المصاحف التى كتب منها القرآن ، كانت عند الصديق لتكون اماماً، ولما احتيج الىٰ جمع الناس علىٰ قراءة واحدة وقع الاختيار عليها فى أيام عثمان فأخذ ذلک الامام ، ونسخ فى المصاحف التى بعث بها الىٰ الكوفة ، وكان الناس متروكين علىٰ قراءة ما يحفظون من قراءاتهم المختلفة حتىٰ خيف الفساد فجمعوا علىٰ القراءة التى نحن عليه ."(۸۳)

علامہ بدرالدین زرکشی (م۔۷۹۴ھ/۱۳۹۲ء) لکھتے ہیں کہ لوگوں میں یہ بات مشہور ہو گئی ہے کہ قرآن کریم کو حضرت عثمان نے جمع کیا، مگر یہ بات درست نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے تو فقط مہاجرین و انصار کے باہمی اتفاق سے عام لوگوں کو وجوہِ قراءات میں سے ایک وجہِ قراءت پر جمع کیا:

"والمشهور عند الناس أن جامع القرآن عثمان رضى الله عنه ، وليس كذلک انما حمل عثمان الناس علىٰ القراءة بوجه واحد علىٰ اختيار وقع بينه وبين من شهده من المهاجرين و الانصار ."(۸۴)

درج ذیل روایت کے بھی یہی معنی ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے لوگوں کو ایک قراءت پر جمع کیا:

"عن عبد الرحمن بن مهدى يقول : خصلتان لعثمان بن عفان ليستا لأبى بكر ولا لعمر :

صبره نفسه حتىٰ قتل مظلوماً ، وجمعه الناس علىٰ المصحف ."(۸۵)

علامہ جلال الدین سیوطی (م۔۹۱۱ھ/۱۵۰۶ء) معروف محقق وصوفی حارث محاسبی (م۔۲۴۳ھ/۸۵۸ء) کے حوالہ سے لکھتے ہیں لوگوں میں یہ بات مشہور ہوگئی ہے کہ قرآن کریم کو حضرت عثمانؓ نے جمع کیا، مگر دراصل یہ بات ٹھیک نہیں۔ حضرت عثمانؓ نے تو فقط یہ کیا کہ مہاجرین وانصار صحابہ کرامؓ کے باہمی اتفاق سے عام لوگوں کو ایک ہی وجہِ قراءت پر آمادہ کیا، کیوں کہ ان کو اہل عراق وشام کی قراءتوں کے حروف میں باہم اختلاف رکھنے کے باعث فتنہ کا خوف پیدا ہوگیا تھا۔ ورنہ حضرت عثمانؓ کے اس عمل سے پہلے جس قدر مصاحف تھے وہ تمام ایسی قراءت کی صورتوں کے مطابق تھے جن پر حروف سبعہ کا اطلاق ہوتا تھا، اوران پر قرآن کا نزول ہوا تھا (۸۶)۔

اتفاق صحابہ کرام:

جب حضرت عثمانؓ نے اختلاف قراءت کے مسئلہ کو مشورہ کے لیے صحابہ کرام کے سامنے مسئلہ رکھا تو حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میں اور دیگر صحابہ کرام نے اُن سے اس کا حل دریافت کیا، تو حضرت عثمانؓ نے اپنی تجویز صحابہ کرام کے سامنے رکھی کہ لوگوں کو ایک مصحف پر جمع کیا جائے، جس سے نہ افتراق ہوگا اور نہ ہی اختلاف ہوگا، جس کی حضرت علیؓ سمیت تمام صحابہ کرام نے تائید کی:

"قلنا : فما ترى ؟ قال (عثمانؓ): أن أجمع الناس علىٰ مصحف واحد، فلا تكون فُرْقَة ولا اختلاف، قلنا : فنعم ما رأيت، فقلنا: نِعم ما رأيتَ." (۸۷)

اسی طرح حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ اگر حضرت عثمانؓ یہ کام نہ کرتے تو میں ضرور یہ کام کرتا:

"قال عليؓ : لو لم يصنعه عثمان لصنعته."(۸۸)

حضرت علیؓ سے اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی مروی ہے:

"لو وليت لفعلت مثل الذى فعل عثمان."(۸۹)

علامہ ابو محمد حسین بن مسعود بغوی (م۔۵۱۶ھ/۱۱۲۳ء) لکھتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ نے قرآن کریم کو حرف واحد پر جمع کرنے کے لیے صحابہ کرام سے مشورہ کیا:

"وشاورهم فى جمع القرآن فى المصاحف علىٰ حرف واحد."(۹۰)

صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع ہے کہ صحف صدیقی سے عثمانی مصاحف کی نقول تیار کی گئی ہیں، اور اس بات پر بھی ان کا اجماع ہے کہ صحفِ صدیقی کے ماسویٰ غیر قرآن ہے جو لائق اعتناء نہیں ٹھہر سکتا:

"وقد أجمع الصحابة علىٰ نقل المصاحف العثمانية من الصحف التى كتبها أبو بكر ، وأجمعوا علىٰ ترك ما سوىٰ ذلك."(۹۱)

خلاصہ بحث:

نبی کریمﷺ نے اپنی امت کے لیے بارگاہ الٰہی میں قرآن کریم سے متعلق اجازت و رخصت حاصل کی تھی جس کی نوید ''انزل القرآن علیٰ سبعۃ أحرف، فاقرؤا ما تیسر منہ'' کے تحت دی گئی تھی۔ اس سہولت میں صفۃ ادائے حروف، مترادفات کے تلاوت اور رسم قرآنی میں رخصت شامل ہے۔ نبی کریمﷺ کے بعد اکابر صحابہ کرام کی معاشرہ میں جب تک موجودگی رہی معاشرہ نبوی منہج پر استوار رہا، مگر آنے والے وقت میں اکابر صحابہ کرام کی ایک معتد بہ تعداد جب اس دار فانی سے کوچ کرنے لگی تو معاشرہ میں اب یہی توسع اور سہولت وجہِ نزاع بنتی جا رہی تھی کہ قراءت میں اختلاف کی وجہ سے ایک دوسرے کی تکفیر کی جا رہی تھی۔ کسی بھی انسانی معاشرہ کا مسلمہ اصول ہے کہ جب سہولت و رخصت ہی لوگوں میں باہمی نزاع کا سبب بن رہی ہو تو اس سہولت کو موقوف کر دیا جاتا ہے۔ یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں کہ رخصت ہمیشہ کے لیے نہیں بلکہ عبوری دور کے لیے ہوتی ہے، اور اس نے زندگی کے کسی مرحلہ پر ختم ہونا ہی ہوتا ہے اور یہ بات پہلے کی جا چکی ہے کہ سبعہ احرف پر قرآن کریم کے نزول کا مسئلہ اپنے اندر حقیقی نہیں بلکہ مجازی معنی رکھتا ہے کیوں کہ قرآن کریم تو لغت قریش ہی پر نازل ہوا۔ اس لحاظ سے قراءت قرآن میں توسع مستقل نہیں بلکہ عبوری دور کے لیے تھا۔

ان حالات میں خلیفہِ وقت حضرت عثمانؓ نے صحابہ کرام کے اتفاق سے عہد صدیقی میں مدون شدہ صحف کی نقول تیار کر کے ہر مصحف کے ساتھ ایک قاری مختلف بلاد وامصارِ اسلامیہ کی طرف روانہ کیا۔ اس طرح اب اکابر صحابہ کرام اور ان کے ذاتی مصاحف کی بجائے مصحف عثمانی ہی کو ''مصحف امام'' کا درجہ دیا گیا۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ عَلَم الدین، ابوالحسن علی بن محمد، سخاوی، الوسیلہ، تحقیق: ڈاکٹر مولائی الادریسی الطاہری، مکتبہ الرشد، سعودی عرب، ۲۰۰۳ء، ص ۳۲۔

۲۔ الساعاتی، احمد عبدالرحمٰن البنا، الفتح الربانی لترتیب مسند الامام احمد بن حنبل الشیبانی، داراحیاء التراث العربی، بیروت، طبع اول، ۱۸/۹۔

۳۔ اہل مدینہ کہتے ہیں کہ اُن کا نام عبداللہ بن ام مکتوم تھا، اور اہل عراق کہتے ہیں کہ ان کا نام عَمرو بن اُم مکتوم تھا، اور یہی نام اکثر کے نزدیک ہے۔ یہ صحابی ماں کی طرف منسوب ہیں۔ ماں کا نام اُم مکتوم بنت عبداللہ بن عنکثہ تھا۔ والد کا نام قیس بن زائدہ بن الأصم عامری تھا۔ اُن کے والد حضرت خدیجہ کے ماموں تھے۔ یہ نابینا تھے۔

۴۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ، ۳۲۱/۱۔

۵۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳۵۷/۲۔

۶۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳۵۷/۲۔

۷۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، ۳۵۷/۲۔

۸۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر ۴۹ ص ۱۸۱۔

۹۔ طحاوی، ابوجعفر، احمد بن محمد، مسند، مکتبہ الحرمین، دُبی طبع اول، ۲۰۰۵ء، روایت نمبر ۶۱۸۶، ۳۴/۷۔

۱۰۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، کتاب: فضائل القرآن، باب: نزل القرآن بلسان قریش والعرب، ۹/۹۔

۱۱۔ ابوزید عمر بن شبہ (م۔۲۶۲ھ)، تاریخ المدینۃ المنورۃ، تعلیق وتخریج: علی محمد دندل، یاسین عبدالدّین بیان، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۶ء، روایت نمبر ۱۷۱۱، ج ۲، ص ۱۱۶۔ سیوطی، جلال الدین (م۔۹۱۱ھ)، الاتقان فی علوم القرآن، نوع: ۴۱، طبع اول، المطبعۃ الازہریۃ، مصر، ۱۳۱۸ھ، ۱۸۵/۱۔

۱۲۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر: ۷۷، ص ۲۰۶۔

۱۳۔ ابن ابی داؤد نے یہ روایت ابوالشعثاء سلیم بن اسود بن حنظلہ المحاربی کے حوالے سے نقل کی ہے۔ دیکھو: ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، روایت نمبر: ۴۵، ص ۱۷۹۔۱۸۰۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۸/۹۔

۱۴۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، روایت نمبر: ۴۶، ۴۷، ص ۱۸۱۔۱۸۰۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۸/۹۔

۱۵۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۸۔

۱۶۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر: ۴۸، ص ۱۸۱۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ۱۸/۹۔

۱۷۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر: ۸۰، ص ۲۰۷۔

۱۸۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ (م۔۳۲۴ھ)، کتاب السبعۃ فی القراءات، تحقیق: شوقی ضیف، دارالمعارف، مصر، طبع چہارم، ۲۰۱۰ء، ص ۴۶۔

۱۹۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ۱۸/۹۔ ۲۰۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ۱۸/۹۔

۲۱۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ۱۸/۹۔

۲۲۔ ابوزید عمر بن شبہ نمیری بصری، کتاب تاریخ المدینۃ المنورۃ (أخبار المدینۃ النبویۃ)، روایت نمبر: ۱۷۲۲، دارالکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۶ء، ۱۲۰/۲۔)

۲۳۔ ابن حجر، عسقلانی، فتح الباری، ۱۸/۹۔

۲۴۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر:۷۴، ص ۲۰۳-۲۰۴۔

۲۵۔ البقرۃ:۱۹۶۔

۲۶۔ ابن حجر نے لفظ "طلبیت" نقل کیا ہے۔ دیکھو: ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج ۹، ص ۱۸۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر:۳۸، ص ۱۷۵۔

۲۷۔ ابن شبہ، ابوزید عمر نمیری بصری، تاریخ المدینۃ المنورۃ (أخبار المدینۃ النبویۃ)، روایت نمبر:۱۷۵۲، ج ۲، ص ۱۲۷، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۶ء۔

۲۸۔ الاحزاب:۵۶۔

۲۹۔ ابوعبید، قاسم بن سلام، فضائل القرآن، روایت نمبر:(۱۱-۵۱)، باب: ذکر ما رفع من القرآن بعد نزولہ ولم یثبت فی المصاحف، تحقیق و تعلیق: وھبی سلیمان غاوجی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، طبع اول، ۱۹۹۱ء، ص ۱۹۳۔

۳۰۔ ابوزید عمر بن شبہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، روایت نمبر ۱۷۱۹، ۱۱۹/۲۔

۳۱۔ ابوزید عمر بن شبہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، روایت نمبر ۱۷۲۰، ۱۱۹/۲۔

۳۲۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر:۶۷، ص ۱۹۵۔

۳۳۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، ا/۔

۳۴۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، ا/۔

۳۵۔ ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، فتح الباری، کتاب: فضائل القرآن، باب: جمع القرآن، دار المعرفہ، بیروت، ج ۹، ص ۱۹۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، ص ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، روایت نمبر: ۸۷، ۸۹، ۹۱، ۹۳۔ درج بالا روایات میں سے انس بن مالک کی روایت ابن حجر کے بقول ابن ابی داود کی کتاب المصاحف میں نقل کی گئی ہے، مگر یہ روایت ابن ابی داؤد کی کتاب کے آج متداول نسخہ میں موجود نہیں ہے، البتہ یہ روایت علامہ ابو عمر ودانی (م۔۴۴۴ھ/۱۰۵۳ء) نے اپنی کتاب المقنع میں نقل کی ہے۔ اسی طرح یہ روایت ابن جریر طبری نے بھی اپنی تفسیر میں نقل کی ہے۔ اسی طرح وہ روایت جس میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ کا کاتبین میں نام شامل ہونا بتایا گیا ہے، وہ روایت بھی کتاب المصاحف ابن ابی داؤد میں نہیں مل سکی ہے، بلکہ علامہ دانی نے اس کو اپنی کتاب المقنع میں نقل کیا ہے اسی روایت میں عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ کا نام بھی موجود ہے۔ دیکھیے: ابو عمرو دانی، المقنع فی رسم مصاحف الامصار، جمعیۃ المستشرقین الالمانیہ، استنبول، ۱۹۳۲ء، ص ۸۔

۳۶۔ خطیب، حافظ ابوبکر احمد بن علی بغدادی (م۔۴۶۳ھ)، الفصل للوصل المدرج فی النقل، تحقیق: محمود نضار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۴۹۹/۱-۵۰۰۔

۳۷۔ ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت: ۸۲-۸۳، ص ۲۰۹-۲۱۰۔

۳۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، کتاب: فضائل القرآن، باب نمبر ۳، باب: جمع القرآن، حدیث نمبر:۴۹۸۲۔

۳۹۔ ابوزید، عمر بن شبہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، روایت نمبر ۱۷۱۶، ج ۲، ص ۱۱۸۔ دونوں روایات میں اس طرح تطبیق دی جا سکتی ہے کہ حضرت حفصہ حضرت عمر کی بیٹی تھیں، ممکن ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کے رحلت کے بعد اپنے والد کے گھر منتقل ہو گئی ہوں، یا اسی گھر میں الگ طور پر رہائش اختیار کر لی ہو۔ یہ روایت ان مستشرقین کا جواب ہے جو کہتے ہیں کہ صحف صدیقی حضرت عمرؓ کی بجائے حضرت حفصہؓ کے گھر سے کیوں ملے تھے جب کہ سرکاری مصحف خلیفہ کے پاس ہونا چاہیے تھا اور وہ حضرت عمرؓ تھے۔)

۴۰۔ ابن شبہ، ابوزید عمر نمیری بصری، تاریخ المدینۃ المنورۃ (أخبار المدینۃ النبویۃ)، روایت نمبر:۱۷۲۲، دار الکتب العلمیہ، ۱۹۹۶ء، ۱۲۰/۲۔

۴۱۔ ابوزید، تاریخ المدینۃ المنورۃ، ۱۱۸/۲، روایت نمبر ۱۷۱۶۔

۴۲۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر:۵۲، ص ۱۸۴۔

۴۳۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر:۵۳، ص ۱۸۵۔

۴۴۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، کتاب: فضائل القرآن، باب نمبر۳: جمع القرآن۔

۴۵۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، کتاب: فضائل القرآن، باب نمبر۳: جمع القرآن۔

۴۶۔ سورۃ البقرۃ:۲۴۸۔

۴۷۔ البقرۃ:۱۹۶۔

۴۸۔ یہ عبداللہ بن مسعود کی قراءت ہے: **عن ابراهیم بن علقمة قال: هی فی قراءة عبدالله بن مسعود: (وَ اَتِمُّوا الْحَجَّ وَ الْعُمْرَةَ الیٰ البیت)**، ابوعبید قاسم بن سلام، فضائل القرآن، باب نمبر ۵۰، عنوان: **باب الزوائد من الحروف التی خولف بها الخط فی القرآن**، ص ۱۶۳۔۱۶۴، وھبی سلیمان غاوجی، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۱۹۹۱ء۔

۴۹۔ ابن حجر، فتح الباری، ۲۰/۹۔

۵۰۔ بغدادی، خطیب، ابوبکر احمد بن علی، الفصل للوصل المدرج فی النقل، تحقیق: محمود نضار، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ج ۱، ص ۴۹۳۔ یہی روایت علامہ ابوعمرو عثمان بن سعید دانی (م۔۴۴۴ھ) نے المقنع میں بھی نقل کی ہے: **عن ابراهیم بن سعد عن ابن شهاب.....** (دانی، ابوعمرو، المقنع، ص ۱۲۴) ابن ابی داؤد نے بھی اس کو نقل کیا ہے دیکھو: ابن ابی داؤد، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین عبدالسبحان، روایت نمبر:۶۸، ۱۹۹/۱۔

۵۱۔ دانی، ابوعمرو عثمان بن سعید دانی (م۔۴۴۴ھ) المقنع فی رسم مصاحف الامصار، جمعیۃ المستشرقین الالمانیہ، استنبول، ۱۹۳۲ء، ص ۸۔

۵۲۔ دانی، ابوعمرو، عثمان بن سعید، المقنع فی رسم مصاحف الامصار، جمعیۃ المستشرقین الالمانیہ، استنبول، ۱۹۳۲ء، ص ۸۔

۵۳۔ سورۃ المؤمنون:۵۴۔ سورۃ الصّٰفّٰت:۱۷۴، ۱۷۸۔ سورۃ الذاریات:۴۳۔

۵۴۔ سورۃ آل عمران:۱۰۶۔

۵۵۔ سورۃ یٰس:۶۰۔

۵۶۔ جس کے لیے ملاحظہ کیجیے: مجلّہ الاضواء، شیخ زاید اسلامک سنٹر، لاہور، جامعہ پنجاب، لاہور، پاکستان، مقالہ نگار: حافظ محمد عبدالقیوم، جلد ۲۸، شمارہ ۳۹، جون ۲۰۱۳ء، اور شمارہ ۴۰، دسمبر ۲۰۱۳ء۔

۵۷۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، جامع صحیح، کتاب التفسیر، باب: ﴿وَ الَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَ یَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا﴾ (سورۃ البقرۃ:۲۴۰)، حدیث نمبر ۴۵۳۶۔

۵۸۔ ابن کثیر، فضائل القرآن، تصحیح وتعلیق: سید رشید رضا، مطبعۃ المنار، مصر، طبع اول، ۱۳۴۸ھ، ص ۴۶۔

۵۹۔ ابن حجر، فتح الباری، ج ۱۰، ص ۲۶، باب: جمع القرآن۔

۶۰۔ ابن حجر، فتح الباری، ۲۱/۹۔

۶۱۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین عبدالسبحان، روایت نمبر:۱۱۶، ص ۲۳۹۔

۶۲۔ ابن حجر، فتح الباری، ۱۹/۹۔
۶۳۔ مارغینی، دلیل الحیر ان، ص۱۷۔)(ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ (م۔۳۲۴ھ)، کتاب السبعۃ فی القراءات، تحقیق: شوقی ضیف، دار المعارف، مصر، طبع چہارم، ۲۰۱۰ء، ص۶۶۔
۶۴۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، ج۹، ص۹۔ کتاب: فضائل القرآن، باب: نزل القرآن بلسان قریش والعرب۔
۶۵۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، روایت نمبر ۶۶، ص۱۹۳۔ طبری، ابن جریر، جامع البیان، ج۱، ص۲۳۔۲۴۔ طحاوی، ابوجعفر، مشکل الآثار، ۱۸۲/۴۔
۶۶۔ "قال عبدالله : انی سمعت القَرأةَ فرأیتهم متقاربین فاقرأوا کما عُلِّمتم، وایاکم والتنطع والاختلاف، وانما هو کقولک : هَلُمَّ واقبل وتعال." (ابن مجاہد، کتاب السبعۃ، ص۴۷۔ ابن جریر طبری کے الفاظ روایت یہ ہیں: "قال عبدالله : انی قد سمعت الیٰ القرأة ، فوجدتهم متقاربین فاقرأوا کما عُلِّمتم، وایاکم والتنطع، فانما هو کقول أحدکم: هَلُمَّ و تعال." دیکھیے: طبری، محمد ابن جریر، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، تحقیق: محمود محمد شاکر، تخریج: احمد محمد شاکر، روایت نمبر ۴۸، ۵۰/۱۔
۶۷۔ طبری، محمد ابن جریر، جامع البیان عن تأویل آي القرآن، تحقیق: محمود محمد شاکر، تخریج: احمد محمد شاکر، روایت نمبر ۴۸، ۵۰/۱۔
۶۸۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر: ۵۲، ۱۸۴/۲۔
۶۹۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر: ۵۳، ص۱۸۵۔
۷۰۔ ال عمران: ۱۶۱۔
۷۱۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر: ۵۳، ص۱۸۵۔
۷۲۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر: ۵۲، ص۱۸۴۔
۷۳۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ (م۔۳۲۴ھ/۹۳۶ء)، کتاب السبعۃ فی القراءات، تحقیق: شوقی ضیف، دار المعارف، مصر، طبع چہارم، ۲۰۱۰ء، ص۶۸۔
۷۴۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۶۶۔
۷۵۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۶۷۔
۷۶۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۶۷۔
۷۷۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۷۱۔
۷۸۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۷۱۔
۷۹۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۶۷۔
۸۰۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۷۱۔
۸۱۔ ابن مجاہد، ابوبکر احمد بن موسیٰ (م۔۳۲۴ھ)، کتاب السبعۃ فی القراءات، ص۷۳۔
۸۲۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر ۳۴، ص۱۷۳۔۱۷۲۔
۸۳۔ دیکھیے: البرہان فی علوم القرآن، ص۱۶۸۔ نوع: ۱۳، فی بیان جمعہ۔

۸۴۔ دیکھو: زرکشی، بدر الدین، البرہان فی علوم القرآن، نوع:۱۳، فی بیان جمعہ، دار الحدیث، قاہرہ، ۲۰۰۶ء، ص ۱۶۸۔

۸۵۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر۴۴۔

۸۶۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، نوع ۱۸، فی جمعہ وترتیبہ، ج۱ص ۱۵۰۔۱۵۱۔

۸۷۔ ابوزید عمر بن شبہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، روایت نمبر۱۷۱۹، ۱۱۹/۲۔

۸۸۔ ابن ابی داود، کتاب المصاحف، دراسہ، تحقیق ونقد: محب الدین، روایت نمبر ۳۹۔۴۰، ص ۱۷۷۔۱۷۶۔

۸۹۔ ابوزید عمر بن شبہ، تاریخ المدینۃ المنورۃ، روایت نمبر۱۷۱۹، ۱۱۹/۲۔

۹۰۔ بغوی، ابومحمد حسین بن مسعود، شرح السنۃ، کتاب: فضائل القرآن، باب: قول النبی ﷺ أنزل القرآن علی سبعۃ أحرف، تحقیق وتعلیق: شیخ علی محمد معوض وشیخ عادل احمد عبد الموجود، دار الکتب العلمیہ، بیروت، ۲۰۰۳ء، ۵۶/۳۔

۹۱۔ سیوطی، جلال الدین، الاتقان فی علوم القرآن، نوع نمبر:۱۶ (فی کیفیۃ انزالہ)، ۱۳۴/۱۔